ماھنامہ

خضرِ راہ

July 2013

₹ 20/-

گھر کے ہر فرد کی فکری اور روحانی
تسکین کا سامان
ماھنامہ خضر راہ

آسان زبان میں اسلامی افکار
وخیالات کا انمول خزانہ
ماھنامہ خضر راہ

سفر و حضر کا بہترین ساتھی
ماھنامہ خضر راہ

سوسائٹی کو سیرت نبوی میں ڈھالنے
کے لیے پڑھیں اور پڑھوائیں
ماھنامہ خضر راہ

رمضان

- زکاۃ کن کو دیں!
- روزے کی معرفت
- صدقۂ فطر اور ہمارا عمل
- نظام زکاۃ کا سماجی پہلو
- بیماری اور شرعی عذر کی حالت میں روزے

دین

اسلام ایمان احسان

زیر سرپرستی داعیٔ اسلام شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

ماہنامہ
خضرِ راہ

شمارہ 07
جلد 01

جولائی ۲۰۱۳
شعبان/ رمضان ۱۴۳۴

مجلس منتظمہ

نگراں : غلام مصطفیٰ ازہری
سرکولیشن منیجر : محمد اختر رضا
کمپوزر : ظفر عقیل سعیدی
تزئین کار : محمد طارق رضا

مولانا حسن سعید صفوی
نگراں اعلیٰ شاہ صفی اکیڈمی

مدیر اعلیٰ : شوکت علی سعیدی
مدیر مسئول : محمد جہانگیر حسن
معاون مدیر : ضیاء الرحمٰن علیمی
معاون مدیر : اشتیاق عالم مصباحی

نوٹ: مضمون نگار کے افکار و نظریات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔ ادارہ

ترسیل زر کا پتہ
Shah Safi Academy, HDFC Bank, B.O.:Salahpur A/c : 22631450000118, IFSC CODE HDFC 0002263
Shah Safi Academy, BANK OF BARODA, A/c : 48810100001809 IFSC CODE BARBORASKOI, MICR CODE : 21101154

قیمت فی شمارہ	: ₹ 25
قیمت فی شمارہ (لائبریری اور سرکاری ادارے)	: ₹ 40
قیمت سالانہ (سادہ ڈاک)	: ₹ 250
قیمت سالانہ (رجسٹری ڈاک)	: ₹ 500
لائبریری اور سرکاری ادارے	: ₹ 500
بیرون ممالک	: $40
اعزازی ممبرشپ	: ₹5000

ڈرافٹ
SHAH SAFI ACADEMY
کے نام بنوائیں

مراسلت کا پتہ
ماہنامہ خضرِ راہ
KHIZR-E-RAH (MONTHLY)
SHAH SAFI ACADEMY
JAMIA ARIFIA, Saiyed Sarawan,
Kaushambi, Allahabad (U.P.) 212213
E-mail : khizrerah@gmail.com
Mob.: 9312922953, 7752976664

نوٹ: رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف الٰہ آباد کی عدالت میں قابل سماعت ہوگا

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER SHAUKAT ALI
PRINTED BY KAINAT PUBLICATION & PRINTERS, 14-H, SOUTH HOUSING SCHEME, TULSIPUR, ALLAHABAD and published from JAMIA ARIFIA Saiyed Sarawan, Kaushambi, Allahabad (U.P.) 212213. Editor - Shaukat Ali

ناشر: شاہ صفی اکیڈمی/ جامعہ عارفیہ سید سراواں، کوشامبی، الٰہ آباد (یوپی)

خضر راہ

حمد و مدح:	بیکل اتساہی، شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی	۳	ضیائے حدیث:	مقصود عالم سعیدی	۱۲
عرفانی مجلس:	شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی	۴	روزے کے مسائل:	محمد ناظم مصباحی	۱۴
اداریہ:	شوکت علی سعیدی	۵	شہ پارۂ اسلاف:	امام غزالی قدس اللہ سرہٗ	۱۷
دعوت قرآن:	ذیشان احمد مصباحی	۹			

علم و عرفان

مضامین	مضمون نگار	صفحہ
رمضان: ہر بندے کے لیے ایک نعمت	افتخار عالم سعیدی	۲۱
زکاۃ: قرآن واحادیث کی روشنی میں	جہاں گیر حسن مصباحی	۲۴
اسرارِ زکاۃ	امام الدین سعیدی	۲۸
زکاۃ کن کو دیں؟	غلام مصطفیٰ ازہری	۳۲
طالب علم اور مؤلفۃ القلوب کو زکاۃ دینا کیسا ہے؟	غلام مصطفیٰ ازہری	۳۷
مال تجارت کی زکاۃ	ضیاء الرحمن علیمی	۴۲
نظام زکاۃ کا سماجی پہلو	ذیشان احمد مصباحی	۴۵
کن کن چیزوں پر زکاۃ واجب ہے؟	اشتیاق عالم مصباحی	۴۹
زکاۃ کے مقاصد	فیضان عزیزی	۵۳
صدقۂ فطر اور ہمارا عمل	جہاں گیر حسن مصباحی	۵۸
مشکل الفاظ کے معانی اور مفاہیم	ادارہ	۶۳

حمد و مدح

اپنے محبوب کی غلامی دے

اے خدا عشرت دوامی دے
اپنے محبوب کی غلامی دے

میرے بھی لفظ محترم ہوجائیں
ذوق رومی دے فکر جامی دے

آنکھ کو خاک پائے مصطفوی
ہونٹ کو نغمۂ سلامی دے

دل سے ہونٹوں پہ جب درود آئے
تو مجھے جذبۂ قیامی دے

مظہر ذات کبریا کے لیے
فکر کو مدحت گرامی دے

اور اسی مدحت نبی کے طفیل
اپنے بیکلؔ کو خوش کلامی دے

بیکل اتساھی، بلرامپور

یہ ہستی ہے اپنی عطائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہوں کس سے میں ماجرائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کہ ہیں جان و دل میں سمائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خوش آئی کچھ ایسی ادائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کہ ہر سانس میں ہے صدائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو پرسش کرے گا خدائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تو کہہ دوں گا ہوں مبتلائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

در میکدہ ہو نہ سنگ حرم ہو
مرا سر ہو اور نقش پائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کروں جان و دل پائے اقدس پہ قرباں
جو دیکھوں رخ پر ضیائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سعیدؔ اللہ اللہ برحق سراپا
یہ ہستی ہے اپنی عطائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

عرفانی مجلس

افادات: حضرت داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

رزق کی مثال سایے کی طرح ہے

۲۲؍جنوری ۲۰۱۳ بروز منگل صبح ۹؍بجے حضور داعی اسلام ادام اللہ ظلہ علینا نے درمیان گفتگو فرمایا:

انسان زندگی بھر صرف اپنی دنیا کے لیے کوشش کرتا ہے جب کہ دنیا تو سایے کی طرح ہے، پھر اس کی کیا فکر کرنا؟ اتنا فرماتے ہوئے آپ اپنی کرسی سے اٹھے اور اپنے سایے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کبھی آگے جاتے اور کبھی پیچھے ہٹتے اور یہ فرماتے جاتے کہ اگر ہم اس کو اپنی گرفت میں لینا چاہیں تو ہزار کوشش کے باوجود اس کو نہیں پکڑ سکتے، چاہے ہزار سال اس کے پیچھے دوڑیں، یوں ہی اگر اس سے ہم اپنی جان چھوڑانا چاہیں تو نہیں چھڑا سکتے، اگر ہم اس کو طلب کریں تو یہ ہم سے بھاگے اور اگر ہم اس سے بھاگیں تو یہ ہمارا پیچھا کرے۔ رزق اور دنیا کا حال بالکل اسی سایے کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ہم سے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) ہی فرمایا۔ جب وہ رب ہے تو پالے گا ہی اور جب جس چیز کی جتنی مقدار میں ضرورت ہوگی عطا کرے گا، رب کا معنی ہی یہی ہے۔ مگر جب دنیا میں بھیجا تو فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝۵۶ (ذاریات) (ہم نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔)

اور ہم نے وہاں تو کہہ دیا کہ اے مولیٰ! تو ہی ہمارا رب ہے اور ہم تیری ہی فرماں برداری کریں گے لیکن اس دنیا میں آنے کے بعد ہم بھول گئے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کے بجائے بذات خود اپنی دنیا سنوارنے میں لگ گئے۔ لاشعوری طور پر خود ہی رزاق بن بیٹھے۔ آج بھی وہی رب ہے جس کو ہم نے عالم ارواح میں اپنا رب مانا تھا۔ رب العلمین صرف اسی کی ذات ہے۔ اس کا فرمان ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۝۶ (ہود) (زمین پر چلنے والے تمام جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ ہی پر ہے۔) اور ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے رزق کا انحصار صرف محنت ومزدوری پر ہے اور ہم اپنی دنیا کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش میں حلال کو حرام سے ملا دیتے ہیں۔ کاش! ہم اپنے مالک وخالق کے احکام پر عمل کر کے اپنی عبدیت کا ثبوت دیتے تو ہمارا رب جو مالک یوم الدین اور رب العلمین ہے، ہماری دنیا کو بھی اچھی کر دیتا، وہ ایسا رحیم وکریم ہے جو اپنے نافرمان بندے کو بھی اپنے ملک میں باقی اور سلامت رکھتا ہے اور اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے تو بھلا اپنے پسندیدہ دین کے خادموں کو کیسے محروم رکھے گا: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۝۳ (طلاق) (جو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔)

(ترتیب: مجیب الرحمن علیمی)

●●●

شوکت علی سعیدی

اپنی زکاۃ کو ضائع ہونے سے بچائیں

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔اس کا مطالعہ یہ بتا تا ہے کہ بندے کا تعلق اپنے رب کے ساتھ کیسے ہو اور ایک بندے کا تعلق دوسرے بندے کے ساتھ کیسا ہو۔اسلام جہاں سوسائٹی میں جینے کا سلیقہ سکھاتا ہے وہیں زندگی کے مختلف مراحل میں پیش آنے والے مسائل کا حل بتاتا ہے اور ایک ایسا دستور عمل عطا کرتا ہے جسے اپنانے کے بعد ایک ایسی سوسائٹی وجود میں آتی ہے جس پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔

اسلام کے پانچ بنیادی ارکان ہیں:

۱۔توحید کی شہادت

۲۔نماز قائم کرنا

۳۔رمضان کے روزے رکھنا

۴۔حج ادا کرنا

۵۔زکاۃ ادا کرنا۔

اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہوا کہ کوئی انسان اگر یہ پوچھے کہ مسلمان کسے کہتے ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو اللہ کو معبود اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مانتا ہو، نماز ادا کرتا ہو، رمضان کے روزے رکھتا ہو، حج ادا کرتا ہو اور زکاۃ دیتا ہو۔گویا کسی مسلمان کی مسلمانیت ثابت کرنے کے لیے اس میں یہ پانچ نشانیاں پائی جانی چاہیے، بغیر کسی عذر کے اگر ان میں سے کوئی ایک نشانی نہ پائی جائے تو اسے مکمل مسلم کہنا مناسب نہ ہوگا۔

اب ذرا غور کریں کہ اگر کوئی شخص زبان سے اللہ کی الوہیت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی نہیں دیتا تو اسے ہم کتنا برا سمجھتے ہیں اور یہ تصور رکھتے ہیں کہ وہ خسارے میں ہے، نقصان میں ہے۔تو کیا نماز جو اسلام کا ایک رکن ہے، اسے ترک کرنے والے، حج ادا نہ کرنے والے، روزہ نہ رکھنے اور زکاۃ نہ دینے والے کو ہم اسی طرح برا سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اللہ و رسول کے حکم کی نافرمانی کر رہا ہے اور اس کی زندگی قرآن و حدیث کے مطابق گھاٹے میں ہے؟

ہم پر یہ واضح ہونا چاہیے کہ زکاۃ فرض ہے اور اس کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے۔زکاۃ کا انکار کرنے والا کافر ہے اور اس کا ادا نہ کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔اس تعلق سے ہمیں چاہیے کہ خود کو اس پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کریں، مال و دولت کی محبت کو اللہ و رسول کے حکم کے آگے کمتر ثابت کریں اور جن پر اثر و رسوخ قائم ہو اُنھیں زکاۃ ادا کرنے کی طرف راغب کریں اور سختی سے حکم بھی دیں۔اس کے ذاتی، سماجی اور دینی فوائد اور اس کی حکمتوں سے انھیں روشناس کرائیں۔

زکاۃ ہے کیا؟ زکاۃ یہ ہے کہ سال پورا ہونے پر اپنی دولت میں سے اسلام کی متعین کردہ مقدار کو اللہ عز وجل کی راہ میں خرچ کیا جائے، یعنی فقرا، مساکین، قرض دار، مسافر وغیرہ پر۔دولت خرچ کرنے کا پہلا مقصد تو یہ ہے کہ ہماری سوسائٹی کی معاشی حالت میں ایک توازن پیدا ہو۔ایسا نہ ہو کہ کسی کے پاس دولت ہی دولت ہو اور کسی کے پاس اتنی بھی دولت نہ ہو کہ وہ دو وقت کی روٹی کا انتظام کر سکے۔دولت خرچ کرنے کا

دوسرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سخی کو پسند فرماتا ہے، اس لیے اللہ کو راضی کرنے کے لیے، اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے دولت خرچ کی جائے۔ دولت خرچ کرنے کا تیسرا مقصد یہ ہے کہ اس سے قلوب کی صفائی ہو اور اُسے تزکیہ حاصل ہو، اس لیے کہ زکاۃ کا معنی ہی ہے ستھرا ہونا، پاک ہونا، جس کا قلب جس قدر صاف ہوگا وہ اسی قدر اپنی دولت کو اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کی طلب میں خرچ کرے گا۔

اللہ عزوجل کا واضح حکم ہے کہ:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔ (آل عمران)

ترجمہ: ہرگز تم کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔

ہمیں اللہ و رسول سے محبت ہے یا دولت سے؟

اس دور میں ایک عام انسان مال و دولت سے کس قدر محبت کرتا ہے، اسے بتانے کی ضرورت نہیں۔ جس کے پاس جس قدر دولت ہے وہ اسی قدر اس کی محبت میں گرفتار ہے۔ اس میں سے کچھ رقم نکال کر اللہ کی راہ میں دینا اس پر ایسا ہی گراں گزرتا ہے جیسے کہ اس کے بدن سے کوئی گوشت کاٹ کر نکال لے جائے، اگر لوگوں سے پوچھا جائے کہ تمہارے لیے اس دنیا میں سب سے زیادہ پسندیدہ چیز کیا ہے؟ تو اکثر لوگ یہ کہیں گے کہ مال سے زیادہ پسندیدہ چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟ کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس سے ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ جب کہ اسی دولت کی بے جا محبت سے بھائی بھائی میں جدائی، قلبی رنجش اور بغض و حسد پیدا ہو رہا ہے۔ یہی وہ دولت ہے جو اپنے رب سے گہرا تعلق قائم کرنے میں رکاوٹ بن رہی ہے۔

اب اگر کوئی دولت مند ہونے کے باوجود کچھ حصہ اللہ و رسول کو راضی کرنے کے لیے اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو گویا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کے نزدیک اس دولت کی محبت اللہ و رسول کی محبت سے زیادہ نہیں ہے، اگر اس دولت سے اللہ و رسول کے حکم کی نافرمانی ہو تو یہ پسندیدہ مال مٹی کے برابر ہے، یہی ایمان و عقیدہ ایک مسلمان کا ہونا چاہیے۔ ورنہ وہی دولت جسے ہم نے اپنے اور اپنے بچوں کے لیے جمع کیا اور اس میں سے زکاۃ ادا نہیں کی، کل قیامت کے دن شرمندگی کا باعث بنے گی اور اگر اللہ کی راہ میں ڈھائی فیصد یا اس سے زیادہ خرچ کیا تو کل قیامت کے دن اللہ و رسول کی بارگاہ میں وہی مال سرخروئی کا سبب بنے گا اور دنیا آخرت کی کھیتی بنتی ہوئی نظر آئے گی۔

مسلم سوسائٹی پر غور کیا جائے تو زکاۃ کے سلسلے میں کئی چیزیں ذہن کو پریشان کرتی ہیں:

اول یہ کہ زکاۃ ادا کرنے والوں کی تعداد کم ہو گئی ہے۔

دوم یہ کہ زکاۃ کہاں دی جائے اور اس کا انتخاب کیسے ہو کہ زکاۃ کا زیادہ مستحق کون ہے؟

زکاۃ کسے دیں؟

یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص زکاۃ نکالتا ہے تو وہ زکاۃ کی رقم کسے دے۔ ایک جانب مدارس کے محصلین کی ایک بڑی جماعت ہے تو دوسری جانب پیشہ ورانہ فقیروں کی ایک لمبی قطار۔ تیسری جانب غریب رشتہ دار اور پاس پڑوس کے محتاج افراد اور قرض دار ہیں۔ ان حالات میں اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ بغیر غور و فکر کے ہر شخص ہر ایک کو تبرکاً کچھ رقم دیتا چلا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس سے لینے والے کو خاطر خواہ

فائدہ نہیں پہنچ پاتا اور جو شخص دس بیس سال قبل محتاج تھا آج بھی وہ محتاج ہی ہے، اس کی محتاجی دور نہیں ہوئی۔

سردست مدارس کے تعلق سے بات کی جائے تو ہندوستان میں لاکھوں کی تعداد میں مدارس و مکاتب قائم ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کے اخراجات قوم کے چندے، زکاۃ و عطیات پر منحصر ہیں، اگر رمضان کے مہینے میں ہر دن بیس سے تیس افراد چندہ لینے آتے ہیں تو ذرا غور کریں کہ انھیں کتنی کتنی رقم دی جاسکتی ہے کہ کوئی محروم نہ رہے۔ لامحالہ کچھ لوگوں کو آپ لوٹاتے ہیں، جب کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ آپ جسے لوٹا رہے ہیں وہ اس سے زیادہ مستحق ہو جسے آپ پہلے دے چکے ہیں۔ اس سلسلے میں کوئی لائحہ عمل ہونا چاہیے تاکہ زکاۃ کی رقم کا صحیح استعمال کیا جاسکے اور اس سے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں۔

تمام دینی ادارے یکساں نہیں ہوتے، بلکہ ہر ادارے کا ایک معیار اور درجہ ہوتا ہے۔ زکاۃ وعطیات دیتے وقت مدارس کے معیار کا خیال رکھنا چاہیے، درج ذیل طریقے سے مدارس کی درجہ بندی کی جاسکتی ہے:

مرکزی ادارہ

ایسے ادارے جن میں ہزاروں کی تعداد میں طلبہ قیام و طعام کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہوں، ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے کے طلبہ رہتے ہوں۔ تعلیم کا معیار، حفظ وقرأت کے ساتھ ساتھ عالمیت وفضیلت اور تخصص تک ہو، ایسے ادارے مرکزی ادارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ضلعی سطح کے ادارے

کوئی ادارہ ایسا ہوتا ہے جس میں حفظ وقرأت کے ساتھ مولوی درجے تک کی تعلیم ہوتی ہے، جس میں زیادہ تر طلبہ اسی ضلع اور علاقے کے ہوتے ہیں، ان میں سے بعض طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام ہوتا ہے اور بعض طلبہ صرف تعلیم حاصل کر کے اپنے اپنے گھر کو لوٹ جاتے ہیں۔ اس قبیل کے اداروں کو ضلعی سطح کا ادارہ کہا جاسکتا ہے۔

قصباتی ادارے

بعض ایسے ادارے ہوتے ہیں جن میں ابتدائی تعلیم کے ساتھ حفظ، فارسی اور عربی کی بنیادی تعلیم دی جاتی ہے، ان میں عام طور پر اسی قصبے کے طلبہ ہوتے ہیں۔ دو چار طلبہ باہر کے ہوتے ہیں، ان کی دو صورتیں ہوتی ہیں، یا تو قیام وطعام کا انتظام ہوتا ہی نہیں، یا صرف پانچ دس فیصد طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام ہوتا ہے۔ ایسے اداروں کو قصباتی ادارے سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

محلاتی ادارے

ایسے ادارے جو ہر محلے اور شہر کی گلیوں میں قائم ہیں اور جہاں اسی گلی محلے کے بچے اپنی بنیادی دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ایک دو مدرس ہوتے ہیں اور جن کا خرچ عام طور پر محلے کے افراد برداشت کرتے ہیں۔ ایسے اداروں کو محلاتی ادارے سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

مرکزی ادارے ہوں یا محلاتی ادارے، جامعہ اور دارالعلوم کا ٹائٹل لگا کر ان کے محصلین ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں چندہ وصول کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آج کے اس تیز رفتار دور میں موبائل، ٹی وی، اخبارات اور انٹرنیٹ نے ہمیں جہالت سے نکالنے میں بڑی مدد فراہم کی ہے۔ اگر مذہبی اداروں سے تھوڑی سی بھی دلچسپی ہے تو ہندوستان کے اکثر مرکزی اور ضلعی سطح کے اداروں کے بارے میں ہمیں علم

ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے موجودہ تعلیمی معیار اور اس کی حالت کا بھی علم ہوتا ہے۔ اسی طرح قصباتی اور محلاتی اداروں کے بارے میں اگر معلومات حاصل کرنا چاہیں تو فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

اس لیے یہ ضروری ہے کہ جو ادارہ ہماری جتنی رقم کا مستحق ہو اُسے اسی مقدار میں دیا جائے اور جن کو دینا ہم پر واجب نہیں انھیں احسن طریقے سے سمجھا کر لوٹا دیا جائے، مثلاً: کوئی مدرسہ ایسا ہو جو قصباتی یا محلاتی سطح کا ہو، اگر وہ اپنے قصبے اور قرب و جوار سے زکاۃ وعطیات وصول کرنے کے بجائے ہزاروں روپے خرچ کرنے کے ساتھ ہزار دو ہزار کیلومیٹر کا سفر طے کر کے چندہ حاصل کر رہا ہے۔

اولاً یہ مناسب طریقہ نہیں ہے اور اگر ایسا کرتے ہیں تو ہم پر واجب ہے کہ ہم یہ کہہ کر انھیں لوٹا دیں کہ میرے بھائی مجھ پر اپنے علاقے اور قرب وجوار کے مدرسے میں دینا زیادہ واجب ہے، میں وہیں دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تُبْطِلُوٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ (محمد)

ترجمہ: اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔

اس لیے ہم اپنے اعمال کو بربادی سے بچانے کے لیے، اپنی گاڑھی کمائی کو اللہ کے دین کے فروغ کے لیے اور اُسے مناسب ترین مقام پر لگانے کے لیے تھوڑی سی محنت بھی کر سکتے ہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ صدقات وزکاۃ میں بڑی رقم دینے والے حضرات سال میں کچھ وقت نکال کر ملک کے بڑے مدارس کا جائزہ لیں، وہاں کی سرگرمیوں کو کچھ روز رہ کر اپنی نگاہوں سے ملاحظہ کریں اور وہاں سے فارغ ہونے والے طلبہ کی عصری قدر و قیمت کا اندازہ لگائیں اور یہ ضرور دیکھیں کہ ان کے پاس کوئی مشن ہے یا نہیں اور اگر مشن ہے تو عمل کی جامعیت کے ساتھ ہے یا نہیں، جہاں جس قدر دین کا غلبہ دیکھیں اسی قدر اس کا تعاون کریں، اگر اللہ نے چاہا تو اس کے بہتر نتائج نکلیں گے۔

ان کے علاوہ اس آسان اصول پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے لیے جو معتمد عالم ہو، جسے ہم صادق وامین سمجھتے ہوں خواہ وہ بیٹا، بھائی چچا یا رشتہ دار ہو، یا قرب وجوار کا کوئی عالم، زکاۃ کی رقم کے استعمال کے لیے اسے وکیل بنالیا جائے کہ وہ جو بھی مشورہ دے اسے قبول کریں، جسے دینے کے لیے کہے اسے دیں اور جسے دینے سے روک دے اس سے رک جائیں۔

میرے خیال میں اگر اس اصول پر عمل کیا جائے تو اس کے کئی فائدے حاصل ہوں گے: اول یہ کہ ہر شخص اپنے قرب وجوار کے اداروں پر زیادہ توجہ دے گا جس سے قرب وجوار کے اداروں کی حالت اچھی ہوگی اور وہ ادارے اس شخص کی نظر میں ہونے کی وجہ سے ان کے ذمہ داران کی من مانی بھی جاتی رہے گی، اسے ہر وقت یہ فکر لاحق ہوگی کہ اگر میں نے قوم کی رقم کا صحیح استعمال نہیں کیا تو آئندہ سال ہمیں کوئی رقم نہیں دے گا اور پھر ادارہ چلانا مشکل ہو جائے گا۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ قوم کی حالت اچھی ہو، سوسائٹی کا معیار بلند ہو، سوسائٹی سے گندگیاں دور ہوں تو ہم میں سے ہر فرد کو ان باتوں پر عمل کرنا ہوگا اور سختی کے ساتھ اپنے آپ کو اس پر کاربند کرنا ہوگا۔ ان شاء اللہ چند برسوں میں ہمارے نکالے گئے زکاۃ وعطیات کی رقوم کے بہتر نتائج آنے شروع ہو جائیں گے۔

✲✲✲

تاریکیوں میں بھٹکنے والے اور بجلیوں سے ڈرنے والے

مَثَلُهُمۡ كَمَثَلِ الَّذِی اسۡتَوۡقَدَ نَارًاۚ فَلَمَّاۤ اَضَآءَتۡ مَا حَوۡلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوۡرِهِمۡ وَ تَرَكَهُمۡ فِیۡ ظُلُمٰتٍ لَّا
یُبۡصِرُوۡنَ ۱۷ صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡیٌ فَهُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ۱۸ اَوۡ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیۡهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعۡدٌ وَّ بَرۡقٌۚ یَجۡعَلُوۡنَ
اَصَابِعَهُمۡ فِیۡۤ اٰذَانِهِمۡ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الۡمَوۡتِؕ وَ اللّٰهُ مُحِیۡطٌۢ بِالۡكٰفِرِیۡنَ ۱۹ یَكَادُ الۡبَرۡقُ یَخۡطَفُ اَبۡصَارَهُمۡؕ
كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمۡ مَّشَوۡا فِیۡهِۙ وَ اِذَاۤ اَظۡلَمَ عَلَیۡهِمۡ قَامُوۡاؕ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمۡعِهِمۡ وَ اَبۡصَارِهِمۡؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ
شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۲۰ (بقرہ)

ترجمہ: منافقین کی حالت ان لوگوں کی طرح ہے جنھوں نے آگ روشن کی، پھر جب آگ سے گرد و پیش روشن ہو اُٹھا تو اللہ نے ان کی روشنی ہی ختم کر دی اور اُنھیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا جہاں انھیں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہو چکے ہیں، جو کبھی حق کی طرف نہیں لوٹ سکتے، یا ان کی حالت ایسی ہے گویا آسمان سے بارش ہو رہی ہو جس میں تاریکی، کڑک اور چمک ہو اور بجلیوں کے کڑک کے سبب موت کے خوف سے انھوں نے اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈال رکھا ہو۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کفار اللہ کی گرفت میں ہیں۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی نگاہوں کو اچک لے۔ جب ان کے سامنے روشنی ہوتی ہے تو آگے بڑھتے ہیں اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو ٹھہر جاتے ہیں، جب کہ اگر اللہ چاہے تو ان کے دیکھنے اور سننے کی قوت ہی ختم کر دے۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

منافقین کا شر کفار سے زیادہ ہے اور اسی طرح ان کی صورت حال کفار سے زیادہ پیچیدہ ہے، اسی لیے اللہ رب العزت نے منافقین کا ذکر زیادہ تفصیل سے فرمایا۔ اس کے بعد مزید دو مثالوں سے ان کی صورت حال واضح کی۔ چوں کہ مثالوں اور کہاوتوں سے بات زیادہ واضح اور قابل فہم (Understandable) ہو جاتی ہے، اسی لیے اللہ نے اپنے کلام میں جا بجا مثالیں اور کہاوتیں بیان فرمائی ہیں، مثلاً جگہ جگہ ایمان کی تشبیہ روشنی سے اور کفر کی تشبیہ تاریکی سے دی ہے۔

یہاں منافقین کی دو مثالیں دی گئی ہیں، یہ دو مثالیں دراصل ان کے دو گروہوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ بعض منافقین وہ تھے کہ جب پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور فتوحات کا دروازہ کھلا تو فوراً ایمان لے آئے۔ پھر جلد ہی مختلف اندیشوں، خیالات اور شبہات میں مبتلا ہو گئے۔ پھر ان کی صورت حال یہ ہو گئی کہ مسلمانوں کے بیچ مسلمان اور کفار کے بیچ کافر ہوتے۔ یہ نفاق کی بدترین صورت تھی۔ قرآن نے ان کی مثال ایسے لوگوں سے دی جو آگ روشن کریں، پھر جب آگ روشن ہو جائے تو اللہ ان کی نگاہوں سے روشنی چھین لے اور

اس طرح وہ روشنی ہوتے ہوئے بھی تاریکی میں بھٹکتے پھریں۔ عام منافقین کی یہی صورت حال تھی۔ پیغمبر کی مدینہ آمد پر انھوں نے خود بڑھ کر نور ایمان و اسلام سے اپنے قلب کو روشن کیا اور جب دن بدن اسلام کا اجالا پھیلنے لگا تو ان کی آنکھوں پہ پردہ پڑ گیا اور اجالا سامنے ہوتے ہوئے بھی اندھیرے میں بھٹکنے لگے۔

منافقین میں ایک دوسرا گروہ بھی تھا جو پورے طور پر شکوک وشبہات کا شکار تو نہیں تھا البتہ ان کی مثال لا الی هؤلاء و لا الی هؤلاء (Neither to these nor to those) کی تھی۔ مسلمانوں کی فتوحات کو دیکھتے تو اسلام کی صداقت کھلتی۔ پھر کبھی مسلمانوں پر برا وقت آتا دیکھتے تو شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتے، ایک قدم اسلام کی طرف بڑھاتے اور پھر دوسرا قدم روک لیتے۔ ان منافقین کی مثال ایسے لوگوں سے دی گئی جو رات میں کہیں جنگل میں گھر گئے ہوں، بادل گرج رہا ہو، بجلی چمک رہی ہو، وہ اس سے ڈرے سہمے اور حیران و پریشان ہوں، جب بجلی کڑکتی ہو تو مارے ڈر کے اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہوں۔ جب روشنی ہوتی ہو تو قدم بڑھاتے ہوں اور اندھیرا چھاتے ہی رک جاتے ہوں، ایسے بے یقین اور حیران و پریشان لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اگر اللہ چاہے تو ان کے کان اور آنکھ کو بھی بے کار کر دے کہ وہ کچھ بھی سننے اور دیکھنے کے قابل نہ رہ جائیں۔ بعض منافقین نور ہدایت اور ظلمت کفر کے بیچ اسی طرح تذبذب اور بے یقینی کی حالت میں مبتلا تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلام یقین چاہتا ہے۔ اہل ایمان؛ عرفان ویقین کے اعلیٰ مقام پر ہوتے ہیں۔ مومن کبھی متشکک نہیں ہوتا۔ مومن اور متشکک میں وہی نسبت ہے جو ایک انسان اور ایک پتھر میں ہے۔ بلندیوں کا طالب جاں باز ہوتا ہے۔ اسے سود و زیاں کا خوف نہیں ہوتا نہ سود و زیاں کا خوف کرنے والا کبھی ستاروں پر کمندیں ڈالنے کی سوچ سکتا ہے۔ مومن پیغمبر کی اس نگاہ بصیرت پر ایمان لاتا ہے جو بیک وقت دنیا و آخرت کو دیکھتی ہے۔ پھر وہ پیغمبر کے ہاتھ پر آخرت کی وسعتوں کے بدلے اس تنگ دنیا کو فروخت کر دیتا ہے۔ اب وہ آخرت کے حصول کے لیے پیغمبر کی دی ہوئی ہدایات پر چلنے کے لیے بہر قیمت تیار ہوتا ہے۔ صحابہ اس ایمان کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔ ان کے بعد ہر دور میں ان جاں باز اور سرفروش صحابہ کا اتباع اہل ایمان کا شیوہ رہا اور انھوں نے دین کی سرخروئی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ یہاں تک کہ خود کو بھی قربان کر دیا۔

آج اسلام پھر قربانی چاہتا ہے۔ مسلمانوں کا زوال ان کے جذبۂ ایثار و قربانی کے فقدان کا نتیجہ ہے اور جذبۂ ایثار و قربانی کا فقدان درحقیقت دولت ایمانی سے محرومی کا نتیجہ ہے: وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝۱۳۹ (آل عمران) (تم ہی سرخرو ہوگے اگر تم مومن رہو) کا سبق دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ نفاق اعتقادی اور نفاق عملی سے دل و نگاہ کو پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ جو لوگ دین کی سربلندیوں کے خواہاں اور دعوت وتبلیغ کے حامی ہیں انھیں سب سے پہلے اپنی خودی سے باہر آنا ہوگا اور اپنے نفع و نقصان کو بھولنا ہوگا۔

امام عبد الکریم القشیری (۴۶۵ھ) نے اپنی تفسیر ''لطائف الاشارات'' میں منافقین کی مذکورہ تمثیلات کے

ذیل میں بڑے لطیف اشارات اخذ کیے ہیں۔ مَثَلُھُمۡ کَمَثَلِ الَّذِی اسۡتَوۡقَدَ نَارًا کے ذیل میں فرماتے ہیں:

’’اس آیت میں اس شخص کے لیے اشارہ ہے جو راہ سلوک کا ابتدائی مسافر ہو، جس کی شروعات اچھی ہو، پھر اسے مشکلات درپیش ہو جائیں اور پھر اس کی مشکلیں بڑھتی چلی جائیں اور اس طرح وہ حقیقت تک رسائی سے قبل ہی دنیا کی طرف پلٹ جائے اور بشری ظلمتوں میں پہلے ہی کی طرح گھر جائے۔ گویا اس کی شاخیں شاداب ہو کر بھی بے ثمر رہ گئیں۔ پھول کھلا لیکن اسے وہ حاصل نہ کر سکا۔‘‘

اَوۡ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

’’اس میں غفلت میں ڈوبے ہوئے لوگوں کے لیے اشارہ ہے کہ جب ان کے کانوں پر واعظین کا وعظ دستک دیتا ہے یا ان کے دلوں پر سعادت کی کرنیں چمکتی ہیں، ایسے میں اگر وہ اپنی غفلت سے باہر آجائیں تو انھیں سعادت مندی اور کامیابی حاصل ہو جائے، لیکن وہ اپنی جھوٹی امیدوں میں اٹک جاتے ہیں اور اپنے سابقہ اور غلط رویوں پر بدستور قائم رہتے ہیں اور عذر لنگ پیش کرتے ہوئے اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر مجبوری نہ ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ ہو جاتے۔ ایسے لوگ اپنے آپ کو ہلاک کرتے ہیں اور اپنے ایمان کے لیے خطرات مول لیتے ہیں۔‘‘

آیات نفاق کے آئینے میں ہم اپنے احوال کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ آج کا مسلمان نفاق فکری اور نفاق عملی ہر دو کا شکار ہیں۔ قول و عمل کے تضاد کے جس بدترین عہد سے ہم گزر رہے ہے۔ شاید ماضی میں اس کی مثال نہ مل سکے۔ ایمان؛ قلبی تصدیق کے بجائے ذہنی تفریح کا عنوان بن گیا ہے۔ ہم تو اب تک اللہ موجود کے بھی صحیح طور سے قائل نہیں ہو سکے ہیں۔ آخرت کا تصور وہم و گمان سے زیادہ نہیں۔ ہماری زندگی صرف اسی دنیا کا طواف کرتے گزر جاتی ہے۔ نفاق عملی کی بات کریں تو توحید و رسالت کی زبانی شہادت کے سوا دیگر ارکان اربعہ؛ نماز، روزہ، حج، زکاۃ کا نام و نشان نہیں۔ اگر کوئی ان پر عامل ہے بھی تو پابند نہیں اور اگر پابند ہے تو مخلص نہیں۔ ریا اور دکھاوے کے سبب ہمارے اعمال شرک خفی سے آلودہ ہیں۔ بقول ڈاکٹر اقبال:

زباں نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اس لیے دل و نگاہ کو مسلمان بنانے سے قبل کسی طرح کے علمی و فکری یا دعوتی انقلاب کا تصور خود فریبی کے ہم معنی ہوگا۔

٭٭٭

تصوف پر علمی، تحقیقی، و دعوتی شش ماہی مجلہ

مجلہ **الاحسان** الہ آباد

کا پانچواں شمارہ زیر ترتیب ہے

یہ شمارہ **عارف ربانی امام عبدالوہاب شعرانی**

قدس سرہٗ کی حیات و خدمات پر مشتمل ہوگا۔

اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ اپنی وقیع نگارشات ۱۰؍اگست ۲۰۱۳ تک دفتر الاحسان کو ارسال فرما کر مشکور ہوں۔

alehsaan.yearly@gmail.com
Mobile: + 91-9026981216

زکاۃ: رحمت ہے، زحمت نہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے زکاۃ، صدقات اور عطیات میں بے شمار برکتیں رکھی ہیں جو دنیا میں بھی کام آتی ہیں اور بروز قیامت بھی نجات کا ذریعہ بنیں گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ اللهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهِ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ (سنن کبری للبیہقی، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: تم میں سے ہر شخص سے اللہ کلام فرمائے گا، اللہ اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان بھی نہ ہوگا۔ جب بندہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو وہی اعمال نظر آئیں گے جو اُس نے آگے بھیج رکھے ہیں، اسی طرح بائیں طرف بھی وہی اعمال نظر آئیں گے جو اُس نے آگے بھیج رکھے ہوں گے اور جب سامنے دیکھے گا تو جہنم کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پس جہنم سے بچو، اگرچہ کھجور کے معمولی ٹکڑے ہی خرچ کر کے ہو۔

اس سلسلے میں مروی احادیث میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ مرتبہ ومقام جو صدقات وزکاۃ سے حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے اعمال سے حاصل نہیں ہوتا، خواہ وہ واجبہ اعمال ہوں یا نافلہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ذُكِرَ لِي أَنَّ الْأَعْمَالَ تَبَاهَى فَتَقُولُ الصَّدَقَةُ: أَنَا أَفْضَلُكُمْ۔ (شعب الایمان، الزکاۃ)

ترجمہ: مجھے بتایا گیا کہ اعمال ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے کہ میں تم سب اعمال سے افضل ہوں۔

یعنی تمام اعمال سے افضل صدقہ کرنا ہے۔

فضائل وفوائد

● صدقہ اللہ رب العزت کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَصِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ۔ (معجم کبیر، باب الصاد)

ترجمہ: پوشیدہ طور پر صدقہ دینا غضب الٰہی کی آگ کو بجھا دیتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔

● صدقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے، ارشاد نبوی ہے:

وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا تُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ۔ (تفسیر کشاف، سورہ مائدہ)

ترجمہ: صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

● صدقہ جہنم سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ (سنن کبری للنسائی، فضل الصدقۃ)

ترجمہ: جہنم کی آگ سے بچو، اگرچہ کھجور کے ٹکڑے کے ذریعے ہو۔

● صدقہ قیامت کے دن سایہ بن جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ امْرِءٍ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ حَتّٰى يُفْصَلَ بَيْنَ النَّاسِ۔ (معجم کبیر للطبرانی، باب: ۴)

ترجمہ: ہر شخص اپنے صدقے کے سایے میں ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

●زکاۃ بدنی امراض کے لیے دوا کا کام کرتی ہے۔
چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
دَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِصَدَقَةٍ. (شعب الایمان، کتاب الزکاۃ)
ترجمہ: صدقہ تمہاری بیماری کے لیے دوا ہے۔
ابن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مبارک سے سنا کہ کسی شخص نے ان سے زخم کے بارے میں سوال کیا جو کہ ٹخنوں میں سات سال سے تھا، آپ نے کئی طرح سے علاج کرایا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، چنانچہ آپ نے فرمایا: جاؤ اور ایک کنواں کھودڈالو ایسی جگہ جہاں پانی کی ضرورت ہو، مجھے مکمل امید ہے کہ وہاں چشمہ جاری ہوگا وہ تمہارے خون کو روک دے گا، پس اس شخص نے ایسا ہی کیا اور وہ شفایاب ہو گیا۔
●زکاۃ قلبی بیماریوں کو دور کرتی ہے۔
جس شخص کا دل سخت ہو گیا ہو اور وہ چاہے کہ اس کا دل نرم ہو جائے تو وہ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔
اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے:
إِنْ أَرَدْتَ أَنْ يَلِيْنَ قَلْبُكَ، فَأَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ، وَامْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيْمِ. (مسند احمد، ابو ہریرہ)
ترجمہ: تم اگر اپنے دل کو نرم کرنا چاہتے ہو تو مسکینوں کو کھانا کھلاؤ اور یتیموں پر شفقت کا ہاتھ رکھو۔

زکاۃ ادا نہ کرنے کا انجام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ - يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ - ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلَا: لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ. (بخاری، کتاب الزکاۃ)
ترجمہ: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دولت مند بنایا اور اس نے اس مال سے زکاۃ ادا نہ کیا تو اس کا مال قیامت کے دن گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا۔ جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے، وہ مال قیامت کے دن زکاۃ ادا نہ کرنے والے کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑے کو پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:
(لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ.)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
مَا خَالَطَتِ الصَّدَقَةُ مَالًا إِلَّا أَهْلَكَتْهُ.
ترجمہ: جس مال میں زکاۃ ملی ہوئی ہوتی ہے وہ مال تباہ ہو جاتا ہے۔
اور امام شافعی کی روایت اس طرح ہے کہ:
أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُخَالِطُ الصَّدَقَةُ مَالًا إِلَّا أَهْلَكَتْهُ. (سنن کبری للبیہقی، کتاب الزکاۃ)
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکاۃ کو مال میں نہ ملاؤ کیونکہ زکاۃ اس مال کو ہلاک کر دیتی ہے۔
اس روایت کو بخاری اور حمیدی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے اور حمیدی نے امام بخاری کے حوالے سے مزید یہ بھی کہا ہے کہ: تم پر جو زکاۃ واجب ہوتی ہے، اگر تم اس کو نہیں ادا کرتے تو وہ زکاۃ اس مال میں ملی ہوئی رہ جاتی ہے اور اس طرح حرام مال، حلال مال کو تباہ کر دیتا ہے۔
ان احادیث کریمہ کی روشنی میں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ زکاۃ ادا کرنے پر اگر ثواب ملتا ہے تو زکاۃ نہ ادا کرنے پر عذاب بھی ہوتا ہے۔
غرض کہ زکاۃ نکال کر جہاں ہم اللہ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں، وہیں زکاۃ نہ نکالنے پر ہمیں اللہ کے عذاب کا شکار بھی ہونا پڑ سکتا ہے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ زکاۃ کو اپنے لیے رحمت سمجھیں زحمت نہیں۔
✲✲✲

محمد ناظم مصباحی

بیماری اور شرعی عذر کی حالت میں روزے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴿۱۸۳﴾ (بقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے کہ تم سے پہلے والوں پر فرض تھے تا کہ تم متقی اور پرہیزگار بنو۔

روزہ بہت سی جسمانی و نفسیاتی بیماریوں کا علاج یا ان امراض کے خلاف جسم کی دفاعی قوت (Defence Power) کو بڑھاتا ہے، روزہ اپنے اندر بے شمار نفسیاتی، روحانی اور طبی فوائد رکھتا ہے، چنانچہ روزے کی طبی افادیت کی طرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے:

صُوْمُوْا تَصِحُّوْا۔ (مجمع الزوائد، ج:۵، ص:۳۴۴)

ترجمہ: روزے رکھو، تندرست ہو جاؤ گے۔

روزے کی طبی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حکیم محمد سعید لکھتے ہیں:

''روزہ جسم میں پہلے سے موجود امراض و آلام کا علاج بھی ہے اور حفظ ما تقدم کی ایک تدبیر بھی۔ روزہ رکھنے والا صرف بیماریوں سے ہی نجات نہیں پاتا، بلکہ ان کے لاحق ہونے کے ممکنہ خطرات سے بھی سلامت رہتا ہے۔ اس کا طبی سبب یہ ہے کہ روزے سے قوتِ مدافعت بڑھ جاتی ہے۔''

(عرفانستان، ص:۱۷۵، کراچی ہمدرد فاؤنڈیشن پریس)

حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی لکھتے ہیں:

''اگر روزہ دار ان چیزوں کو ملحوظ رکھے جن کا طبی اور شرعی طور پر رکھنا ضروری ہے تو اس سے دل اور بدن کو بے حد نفع پہنچے گا۔'' (اسلامی اصولِ صحت علی گڑھ، ص:۴۲)

ڈاکٹر محمد عالم گیر خان (پروفیسر آف میڈیسن، لاہور) بھی روزے کو ان گنت طبی فوائد کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔

(اسلام اور طب جدید، ص:۱۲)

ٹرک اسکالر ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے مطابق جیسے جیسے طبی علم نے ترقی کی، اس حقیقت کا بہ تدریج علم حاصل ہوا کہ روزہ ایک طبی معجزہ ہے۔

(قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، ص:۱۰۳، مترجم)

گویا روزہ ہمیں صحت مند رکھنے، بیماریوں سے دور رکھنے اور اس کے خلاف ہماری دفاعی قوت بڑھانے میں حد درجہ مددگار ثابت ہوتا ہے۔

روزہ کے ان تمام اسرار و فوائد کے باوجود بسا اوقات کچھ ایسے وقتی مسائل سامنے آتے ہیں جن کی وجہ سے روزہ رکھنے میں نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے، اس صورت میں رخصت ہے، مثلاً: سفر پر جانا ہے یا پھر کوئی جسمانی بیماری لاحق ہے وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ﴿۱۸۴﴾ (بقرہ)

ترجمہ: پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے دوسرے دنوں میں رکھ لے اور جنھیں اس کی طاقت نہ ہو تو وہ بدلے میں ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ بہت روزے رکھا کرتے تھے، انھوں نے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ:

أَفَأَصُوْمُ فِي السَّفَرِ؟ قَالَ: صُمْ إِنْ شِئْتَ، وَأَفْطِرْ إِنْ شِئْتَ. (مسلم، کتاب الصیام)

ترجمہ: کیا سفر میں روزہ رکھوں؟ آپ نے فرمایا: چاہو تو رکھو اور چاہو تو نہ رکھو۔

یہاں سفر سے مراد شرعی سفر ہے یعنی اتنی دور جانے کے ارادے سے نکلے کہ یہاں سے وہاں تک کی مسافت تین دن کی ہو۔ (درمختار بحوالہ بہار شریعت، ج:۱، ص:۱۰۰۳)

شرعی سفر کی مقدار تقریباً ۹۲ ر کیلو میٹر ہے اور ظاہر ہے کہ اس زمانے میں ٹرین کے ذریعے یہ مسافت چند گھنٹوں میں اور ہوائی جہاز کے ذریعے اس سے بھی کم وقت میں طے ہو جاتی ہے، جس میں زیادہ تکلیف بھی نہیں ہوتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں بھی روزہ چھوڑنا جائز ہوگا؟ فقہ کی کتابوں کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بندہ اس صورت میں بھی روزہ ترک کر سکتا ہے، البتہ! روزہ رکھنا بہتر اور افضل ہے۔

''درمختار'' میں ہے: مسافر اور اس کے ساتھ سفر کرنے والے کو روزہ رکھنے میں نقصان نہ پہنچے تو سفر میں روزہ رکھنا بہتر ہے ورنہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ (کتاب الصوم)

یہی حکم دودھ پلانے والی خواتین، حاملہ خواتین اور ان کے مخصوص ایام کے متعلق بھی ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے مسافر، دودھ پلانے والی اور حاملہ خاتون سے روزہ معاف فرما دیا۔ (ترمذی، عن انس بن مالک)

حمل والی یا دودھ پلانے والی خاتون اسی وقت روزہ چھوڑ سکتی ہے، جب کہ اسے اپنی یا بچے کی جان جانے کا اندیشہ ہو، یا بھوک اور پیاس ایسی ہو کہ ہلاک ہونے کا خوف ہو، یا عقل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ (عالمگیری، بہار شریعت)

جن لوگوں نے ان عذروں کے سبب روزہ توڑا، ان پر فرض ہے کہ ان روزوں کی قضا کریں۔ ان قضا روزوں میں ترتیب فرض نہیں مگر حکم یہ ہے عذر ختم ہو جانے کے بعد دوسرے رمضان کے آنے سے پہلے قضا کر لیں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

جس پر اگلے رمضان کی قضا باقی ہے اور وہ روزہ نہ رکھے تو موجودہ رمضان کے روزے قبول نہ ہوں گے۔ (مسند احمد)

اگر روزے نہ رکھے اور دوسرا رمضان آ گیا تو اب پہلے موجودہ رمضان کے روزے رکھے اور قضا روزے بعد میں رکھے۔ (درمختار، کتاب الصوم)

اگر کوئی شخص انتہائی بڑھاپے اور کمزوری کے باعث یا پھر کسی ایسی بیماری کی وجہ سے جو بخار وغیرہ کی طرح وقتی نہیں ہے، بلکہ مستقل انسان کو لگ گئی ہے اور روزہ رکھنے سے بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہے تو ایک مسکین کو کھانا بطور فدیہ دینا ہوگا۔ (ملخصاً بہار شریعت)

موجودہ دور میں سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے اور طبی تحقیقات کی وجہ سے ہر قسم کی بیماری کو کم یا زیادہ کرنے والے اسباب سامنے آ چکے ہیں، اس لیے مختلف بیماریوں میں مبتلا افراد کو ماہر ڈاکٹروں کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔

شریعت میں روزہ چھوڑنے کا حکم اسی وقت ہے جب کہ تکلیف کا گمان غالب ہو اور غالب گمان کے سلسلے میں ردالمحتار کے مصنف لکھتے ہیں کہ: غالب گمان کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ ضرر کی ظاہری صورت پائی جائے
۲۔ اس شخص کا ذاتی تجربہ ہے
۳۔ کسی ماہر غیر فاسق ڈاکٹر نے اس کی خبر دی ہو۔

(ج:۳، ص:۴۶۴)

آج اسلامی اور مذہبی صورت حال کسی سے پوشیدہ نہیں، ایک تو مسلمان ڈاکٹر ہی مشکل سے ملتے ہیں پھر ان کا غیر فاسق

ہونا تقریباً مشکل ہے۔ ایسی صورت میں جب گمان غالب کی تینوں قسموں میں سے کوئی نہ پائی جائے، نہ ظاہری صورت موجود ہو نہ ذاتی تجربہ اور نہ مسلمان غیر فاسق ڈاکٹر مل سکے۔ لیکن کسی غیر مسلم ماہر ڈاکٹر کی بات پر گمان غالب حاصل ہو جا ئے تو اس پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر سید اسلم اور ڈاکٹر شاہد اطہر نے مختلف بیماریوں کی وجہ سے روزے رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں تفصیل سے بتایا ہے، اس کا خلاصہ ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں:

۱۔ شوگر کے مریض جو 'انسولین' استعمال کرتے ہیں انھیں روزے نہیں رکھنے چاہئیں، کیونکہ ان کے لیے شوگر کو قابو میں رکھنا مشکل ہو جائے گا، اس کے برعکس 'انسولین' نہ لینے والے مریضوں کو ان مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ایسے مریض جو صرف خوراک سے شوگر کو کنٹرول کر رہے ہیں وہ روزہ رکھ سکتے ہیں، اس لیے کہ ان کے مرض پر روزہ اچھے اثرات مرتب کرتا ہے۔

۲۔ دمے کے مریض جن کا مرض معمولی ہے، وہ تکلیف کی صورت میں بغیر روزہ توڑے سانس کے ساتھ والی دوائیں (Inhaler) استعمال کر سکتے ہیں یا دیر پا اثر والی دوائیں افطار کے بعد اور سحری سے قبل لے سکتے ہیں۔

۳۔ بلند فشار خون کے مریض (High Blood Pressur) کے لیے روزے رکھنا مناسب ہے اور دل کے ایسے مریض، جو خون پتلا کرنے والی دوائیں استعمال کرتے ہیں، ان کے لیے طویل الاثر دوا کفایت کر سکتی ہے اور وہ روزہ رکھ سکتے ہیں، کیونکہ روزے سے وزن میں کمی واقع ہوگی اور بلڈ پریشر بھی کم رہے گا۔ تاہم ان مریضوں کو ڈاکٹر کے مشورے سے روزہ رکھنا چاہیے لیکن شدید ٹینشن اور امراض قلب میں مبتلا مریضوں کو روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔

۴۔ جن لوگوں کے گردے نے کام کرنا کم کر دیا ہے، روزہ رکھنے سے گردے میں پانی کی کمی ہو سکتی ہے اور جن مریضوں کے گردے خراب ہو چکے ہیں اور ان کے خون کی ڈیالیسس (Dialysis) ہوتی رہتی ہے ان میں دو ڈیالیسس کے درمیانی وقفہ میں پوٹاشیم میں اضافہ اور وزن میں زیادتی ہو سکتی ہے۔ جسم کے تیزاب میں بھی اضافے کا امکان ہے، اگر یہ لوگ رات کو زیادہ کھالیں گے تو وزن بڑھ کر نقصان دہ ہو سکتا ہے، ان افراد کو روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔

جن کا گردہ تبدیل ہو چکا ہے اور اس کا عمل درست ہے، ان کو روزے سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن انھیں اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کر لینا چاہیے۔

۵۔ مرگی کے مریضوں کو روزہ نہ رکھنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

۶۔ درد گردہ اور معدے کے السر میں مبتلا افراد کے لیے روزہ رکھنا صحیح نہیں، کیونکہ پانی کی کمی کے باعث گردے میں درد ہونے کا احتمال ہے، اسی طرح السر کے مریض بھی خالی معدے کی حالت میں زیادہ تکلیف سے دوچار ہو سکتے ہیں۔

۷۔ بوڑھے افراد جو دماغ کی رگوں کے مرض میں مبتلا ہیں، ان میں روزے سے اشیا کو شناخت کرنے کی صلاحیت گھٹ سکتی ہے۔

۸۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین روزے نہ رکھیں، کیونکہ حاملہ خواتین میں خون کی گلوکوز اور انسولین میں کمی ہو جاتی ہے۔ دودھ پلانے والی خواتین کے جسم میں پانی کی کمی ہو سکتی ہے۔ نمک اور یورک ایسڈ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ماں کے دودھ کی لیکٹوز (شکر)، سوڈیم اور پوٹاشیم میں تبدیلی آجاتی ہے، اس لیے بچے کی صحت قائم رکھنے کے لیے روزہ نہ رکھا جائے۔ (معارف، اعظم گڑھ، اگست ۲۰۱۰)

☼☼☼

روزے کی معرفت

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ اپنے عہد کے بلند پایہ عالم دین اور عظیم صوفی تھے۔ آپ کی پیدائش ۴۵۰ ہجری مطابق ۱۰۵۲ عیسوی میں خراسان کے شہر ’’طاہران‘‘ میں ہوئی اور وفات ۵۰۵ ہجری میں۔ ان کی مایہ ناز تصنیف ’’احیاء العلوم‘‘ تصوف کے فن پر ایک جامع اور مستند تالیف ہے۔ عوام وخواص کی روحانی وعرفانی افادیت کی غرض سے چند منتخب اقتباسات پیش ہیں۔ (ادارہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بڑا احسان کیا کہ ان سے شیطان کے مکر وفریب کو دور فرمایا، وہ اس طرح کہ روزے کو اپنے دوستوں کے لیے قلعہ اور ڈھال بنایا، ان کے لیے جنت کے دروازے کھولے اور انھیں بتایا کہ ان کے دلوں تک شیطان کے پہنچنے کا وسیلہ وہ نفسانی خواہشات ہیں جو دل میں کے اندر ہیں۔ بے شک روزہ ایمان کا چوتھا حصہ ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

الصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: روزہ، صبر کا آدھا ہے۔

مزید فرمایا کہ:

اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ۔ (ترہیب وترغیب)

ترجمہ: صبر آدھا ایمان ہے۔

پھر روزے کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ دوسرے ارکان کی بہ نسبت اسے اللہ تعالیٰ سے خصوصی نسبت حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَّا الصِّيَامُ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أُجْزِي بِهِ۔ (مسلم، کتاب الصیام)

ترجمہ: روزہ کے علاوہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے، چونکہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (زمر)

ترجمہ: بے شک صبر کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔

روزہ نصف صبر ہے، اس کا ثواب انسانی اندازہ سے کہیں زیادہ ہے اور اس کی فضیلت کے لیے بس اتنی ہی بات کافی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ تَعَالَى مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّمَا يَذَرُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ لِأَجْلِي فَالصَّوْمُ لِي وَأَنَا أُجْزِي بِهِ۔

(بخاری، کتاب الصوم)

ترجمہ: اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ شخص اپنی خواہش اور کھانے پینے کو میری وجہ سے چھوڑتا ہے، چنانچہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لِلْجَنَّةِ بَابٌ يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانَ، لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ۔
(بخاری، کتاب الصوم)

ترجمہ: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام 'ریان' ہے، اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔

روزے کی جزا کے طور پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وعدہ کیا گیا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ إِفْتِطَارِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ۔ (بخاری، کتاب الصوم)

ترجمہ: روزہ دار کے لیے دو خوشی ہے: ایک افطار کے وقت اور ایک اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت۔

ایک دوسرے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لِكُلِّ شَيْءٍ بَابٌ وَبَابُ الْعِبَادَةِ الصَّوْمُ۔ (کنز العمال)

ترجمہ: ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

نَوْمُ الصَّائِمِ عِبَادَةٌ۔ (کنز العمال)

ترجمہ: روزہ دار کا سونا بھی عبادت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنَ وَنَادَى مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ هَلُمَّ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ۔ (جامع الترمذی، ابواب الصوم)

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، شیطانوں کو بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں اور ایک ندا دینے والا ندا دیتا ہے، اے خیر کے متلاشی! آگے بڑھ اور اے برائی ڈھونڈھنے والے رک جا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴿۲۴﴾ (حاقہ)

ترجمہ: جو کچھ تم نے گذشتہ زمانے میں آگے بھیجا اس کے بدلے میں کھاؤ پیو اور مزے لو۔

حضرت وکیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان سے روزوں کے دن مراد ہیں، اس لیے کہ انھوں نے ان دنوں میں کھانا پینا ترک کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنے اور زہد اختیار کرنے کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بے شک اللہ تعالیٰ عبادت کرنے والے جوانوں پر فخر فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا کہ: اے میرے لیے خواہشات کو ترک کرنے والے جوان! اور اے اپنی جوانی میری رضا کی خاطر خرچ کرنے والے! تو میرے نزدیک میرے بعض فرشتوں کی طرح ہے۔ (بدایہ ونہایہ، ج:۹، ص:۲۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

أُنْظُرُوْا يَا مَلَائِكَتِي إِلَى عَبْدِي تَرَكَ شَهْوَتَهُ وَلَذَّتَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ مِنْ أَجْلِي۔ (کنز العمال)

ترجمہ: اے میرے فرشتو! میرے بندے کی طرف دیکھو اس نے اپنی شہوت اور کھانے پینے کو میری رضا کی خاطر چھوڑ دیا ہے۔

مزید اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴿۱۷﴾ (سجدہ)

ترجمہ: پس کوئی نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے اس کے اعمال کی جزا میں کس نعمت کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔

یعنی روزہ دار کو اس کی جزا بے حساب دی جائے گی، کیونکہ روزہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اسی نسبت سے وہ ممتاز ہے۔

روزہ ایک پوشیدہ عمل ہے جو دکھائی نہیں دیتا ہے، روزے کو صرف اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ روزہ کے ذریعے بندہ دشمن یعنی نفس پر غلبہ پاتا ہے، کیونکہ شیطان کے بہکانے کا ذریعہ خواہشات ہیں اور یہ کھانے پینے سے ہی زیادہ ہوتی ہیں، اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ فَضَيِّقُوا مَجَارِيَهُ بِالْجُوعِ۔ (بخاری، باب صفۃ ابلیس)

ترجمہ: شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، پس بھوک کے ذریعے اس کے راستے کو تنگ کردو۔

اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: دَاوِمِي قَرْعَ بَابِ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: جنت کا دروازہ ہمیشہ کھٹکھٹاتی رہو۔

انھوں نے عرض کیا کس کے ذریعے؟ آپ نے فرمایا: بھوک کے ذریعے۔

چنانچہ جب روزہ خاص طور پر شیطان کی جڑ کاٹنے والا، اس کے راستوں کو بند اور تنگ کرنے والا ہے تو روزہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی نسبت کا مستحق ہوا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دشمن کی جڑ کھودنے میں اللہ کی مدد شامل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد اس بات پر موقوف ہے کہ بندہ اس کے دین کی مدد کرے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۞ (محمد)

ترجمہ: اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمھیں ثابت قدم رکھے گا۔

پس محنت کے ساتھ شروعات بندے کی طرف سے ہے اور ہدایت کے ساتھ بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۞ (عنکبوت)

ترجمہ: وہ لوگ جو ہمارے راستے میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم انھیں اپنے راستے کی ہدایت دیتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۞ (رعد)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود نہ بدلے۔

چنانچہ یہ تبدیلی شہوات کی زیادتی کی وجہ سے ہوئی ہے، کیونکہ یہ خواہشات شیطان کی چراگاہیں ہیں پس جب تک یہ سرسبز و شاداب رہتی ہیں شیطانوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے اور جب تک وہ آتے جاتے رہتے ہیں بندے پر اللہ تعالیٰ کا جلوہ منکشف نہیں ہوتا اور وہ اس کی ملاقات سے دور رہتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَوْلَا أَنَّ الشَّيَاطِيْنَ يَحُوْمُوْنَ عَلٰى قُلُوْبِ بَنِي آدَمَ لَنَظَرُوْا إِلٰى مَلَكُوْتِ السَّمٰوَاتِ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: اگر انسانوں کے دلوں میں شیطانوں کا آنا جانا نہ ہو تو وہ ملکوت آسمانی دیکھ لیں۔

اسی وجہ سے روزہ، عبادت کا دروازہ اور ڈھال بن گیا۔

روزے کے باطنی اسرار

روزہ کے تین درجات ہیں:

۱۔ عوام کا روزہ

۲۔ خواص کا روزہ

۳۔ اخص الخاص کا روزہ

عوام کا روزہ پیٹ اور شرمگاہ کو خواہش سے روکنا ہے۔

خواص کا روزہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضا کو گناہوں سے روکنا ہے۔

اخص الخاص کا روزہ دل کو تمام برے خیالات اور دنیوی افکار، بلکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے بالکل خالی رکھنا ہے۔ اس صورت میں جب اللہ تعالیٰ اور قیامت کے سوا کوئی دوسری فکر لاحق ہوگی تو روزہ ٹوٹ جائے گا، دنیوی فکر سے اگر دین مقصود نہ ہو تو اس صورت میں بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ دین کی فکر سامان آخرت سے ہے دنیا سے نہیں، یہاں تک کہ اہل دل کا ماننا ہے کہ جو شخص دن میں یہ بات سوچے کہ رات کو کس چیز سے افطار کرے گا تو اس کے حق میں گناہ لکھ دیا جاتا ہے، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد اور اس کے رزق موعود پر مکمل یقین نہ ہونے کی علامت ہے۔

خاص لوگوں کا روزہ اولیائے کرام کا روزہ ہے اور یہ اپنے اعضا کو گناہوں سے بچانا ہے، جیسے:

ان چیزوں کے دیکھنے سے نظر کو روکنا جو بری اور ناپسندیدہ ہیں، نیز اُن تمام چیزوں سے جو دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلنَّظْرَۃُ سَھْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِھَامِ اِبْلِیْس لَعَنَۃُ اللہِ فَمَنْ تَرَکَھَا خَوْفًا مِنَ اللہِ اٰتَاہُ اللہُ عَزَّوَجَلَّ اِیْمَانًا یَجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِی قَلْبِہٖ۔ (مستدرک، کتاب الرقاق)

ترجمہ: نظر زہر میں بجھا ہوا ایک شیطانی تیر ہے، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیجے، پس جس شخص نے غیر محرم کو دیکھنا ترک کر دیا اسے اللہ تعالیٰ ایسا ایمان عطا کرے گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

خَمْسٌ یُفْطِرْنَ الصَّائِمَ اَلْکِذْبُ وَالْغِیْبَۃُ وَالنَّمِیْمَۃُ وَالْیَمِیْنُ الْکَاذِبَۃُ وَالنَّظْرَۃُ بِشَھْوَۃٍ۔ (کنز العمال)

ترجمہ: پانچ چیزیں روزہ توڑ دیتی ہیں: جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کرنا، جھوٹی قسم کھانا اور شہوت کے ساتھ کسی کو دیکھنا۔

حدیث شریف میں ہے کہ عہد نبوی میں دو خواتین نے روزہ رکھا، جب انھیں بھوک اور پیاس نے ستایا تو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ توڑنے کی اجازت طلب کی، آپ نے ان کی طرف ایک پیالہ بھیجا اور فرمایا: ان سے کہو کہ جو کچھ کھایا تھا اس میں قے کر دیں، ان میں سے ایک نے تازہ خون اور تازہ گوشت قے کی اور دوسرے نے بھی اسی کی طرح قے کی۔

صحابہ کو اس پر تعجب ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

ان دونوں نے اس چیز سے روزہ رکھا جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا اور اس چیز سے روزہ توڑ دیا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر لوگوں کی چغلی کی تو یہ ان لوگوں کا گوشت ہے جو انھوں نے چغلی کی صورت میں کھایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الصَّوْمُ جُنَّۃٌ فَاِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ صَائِمًا فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَجْھَلْ وَاِنِ امْرَءٌ قَاتَلَہٗ اَوْشَاتَمَہٗ فَلْیَقُلْ اِنِّی صَائِمٌ اِنِّی صَائِمٌ۔ (بخاری، کتاب الصوم)

ترجمہ: بے شک روزہ ڈھال ہے، پس جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو نہ وہ بے حیائی کی بات کرے اور نہ جہالت کی اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا گالی گلوج کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں۔

✲✲✲

افتخار عالم سعیدی

رمضان: ہر بندے کے لیے ایک نعمت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴿۱۸۵﴾ (بقرہ)

ترجمہ: رمضان کے مہینے میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔

اس آیت کریمہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کو تمام مہینوں میں اس اعتبار سے بھی فضلیت حاصل ہے کہ اس میں قرآن کریم جیسی مقدس کتاب نازل کی گئی، اس اعتبار سے دیکھا جائے تو رمضان شریف تمام مسلمانوں کے لیے عظیم نعمت کی حیثیت رکھتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ۔ (بخاری، کتاب الصوم)

ترجمہ رمضان کا مبارک مہینہ آتے ہی جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیر میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

ایک مؤمن بندہ کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی کہ اس کو ایک ایسا مہینہ ملا جو رحمت، مغفرت اور جہنم سے نجات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس مہینے میں بندہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے ساتھ اپنے پچھلے گناہوں کو معاف بھی کرا سکتا ہے، بشرطیکہ وہ اس کے جملہ حقوق کو ادا کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ (بخاری، کتاب الایمان)

ترجمہ: جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ روزہ رکھا، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

چنانچہ ایک گنہگار بندہ کے لیے گناہوں کی مغفرت سے بڑھ کر نعمت اور کیا ہو سکتی ہے۔

بچوں کے لیے نعمت

رمضان میں بچوں کو جہاں ظاہری نعمتیں، جیسے کھانے پینے کی چیزیں زیادہ مقدار میں ملتی ہیں وہیں ایک ایسا پلیٹ فارم بھی مہیا ہوتا ہے جو مستقبل میں بچے کے لیے آب حیات کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے، یعنی اسے ایک اسلامی ماحول ملتا ہے، اگرچہ تھوڑے وقت کے لیے ہی سہی، چونکہ رمضان میں عموماً مسلمان اسلامی طریقے سے زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں، نماز، روزہ اور تراویح کی پابندی کے ساتھ، جھوٹ، غیبت، چغلی، بدکاری اور بدفعلی جیسے اعمال سے پرہیز کرتے ہیں، چنانچہ یہ سب دیکھ کر بچوں میں بھی نماز اور روزہ ادا کرنے کا جذبہ اور شوق پیدا ہوتا ہے اور اسلامی طریقے سے زندگی گزارنے کا سلیقہ بھی حاصل ہوتا ہے۔

بچپن میں اکثر یہ بات سامنے آتی ہے کہ بچے اپنے ماں باپ سے ضد کر کے روزہ رکھتے ہیں، نماز اور تراویح کے لیے جاتے ہیں، یہ ساری چیزیں بچے کی زندگی میں بخوبی اثرانداز ہوتی ہیں اور انھیں اسلام کی طرف کھینچتی ہیں، چنانچہ اس اعتبار سے دیکھیں تو رمضان بچوں کے لیے بھی ایک عظیم نعمت ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ رمضان بچوں کے لیے ایک قابل قدر استاذ ہے جو انھیں جینے کا ہنر اور سلیقہ سکھاتا ہے، اگر رمضان کا مبارک مہینہ نہ ہوتا تو شاید اس لالچی دنیا میں بچوں کو ایسا حسین ماحول دیکھنے کو نہ ملتا اور نہ ہی اسے اسلامی نشانیوں سے

متعارف ہونے کا موقعہ میسر آتا ہے۔

نوجوانوں کے لیے نعمت

رمضان بالخصوص نوجوان طبقے کے لیے کچھ زیادہ ہی اہمیت کا حامل ہوتا ہے، کیونکہ وہ اس مہینے کو متعدد طریقوں سے استعمال کرکے آخرت کا سامان بنا سکتے ہیں، اس لیے کہ اس مہینے میں ان کے پاس آخرت کی تیاری کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔ روزہ رکھنے کے علاوہ، بال بچے اور بیوی کے فرائض نبھانا، ماں باپ کے حقوق ادا کرنا اور پاس پڑوس اور رشتے داروں کی ضرورتوں کا خیال رکھنا وغیرہ۔

نوجوانوں کے لیے سب سے بڑی نعمت یوں ہے کہ وہ روزے کے ذریعے اپنے نفس پر قابو رکھتے ہیں۔ چونکہ نفس، انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے اس پر قابو پانا کوئی آسان کام نہیں، کیونکہ نفس ہی ایک ایسی رکاوٹ ہے جو اللہ کی اطاعت کرنے اور اس کی رضا حاصل کرنے سے ہمیشہ روکتی رہتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو روزے کی صورت میں ایک ایسا ہتھیار عطا کر دیا ہے جو سرکش سے سرکش نفس پر بھی قابو پانے میں مدد کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ فَضَيِّقُوا مَجَارِيَهُ بِالْجُوعِ۔ (بخاری، باب الاعتکاف)

ترجمہ: شیطان؛ انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے، پس بھوک کے ذریعے شیطان کی راہ کو تنگ کردو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ نہ صرف نفسانی خواہش کو دور کرتا ہے، بلکہ دنیا پرستی کو دور کرکے روحانی قوت بخشتا ہے اور یہ سب رمضان جیسے مبارک مہینے کی برکت ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ اپنے خدام سے فرمایا کرتے تھے کہ: جب تک تمہارا نفس گناہ طلب کرتا ہے اسے بھوک اور پیاس کے ذریعے ادب سکھاؤ، پھر جب وہ تم سے گناہ کی طلب نہ کرے تو جو چاہے اسے کھلاؤ اور رات میں جب تک چاہو اُسے سویا رہنے دو۔ (طبقات کبریٰ، ص:۱۱۹)

مالدار اور سرمایہ دار کے لیے نعمت

جہاں غربا و مساکین اور دوسرے کم وسعت والے افراد صرف روزہ رکھ کر اللہ کی رضا حاصل کرتے ہیں وہیں دولت مند افراد روزہ کے علاوہ اللہ کی راہ میں خرچ کرکے اللہ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں، صدقات واجبہ یعنی زکاۃ کے علاوہ صدقات نافلہ کے ذریعے آخرت کا توشہ جمع کر سکتے ہیں، مثلاً: زیادہ سے زیادہ روزہ داروں کے لیے افطار وسحری کا انتظام کریں اور غربا و مساکین کے کھانے پینے اور دوسری ضرورت کی چیزیں مہیا کرائیں، رمضان کے مہینے میں جس جگہ تراویح وغیرہ کا اہتمام نہیں ہو پاتا، وہاں تراویح اور پانچ وقت کی نماز کا انتظام کرائیں اور اس کے اخراجات بھی خود برداشت کریں، تاکہ بہت سے وہ لوگ جو تراویح سے محروم رہ جاتے ہیں تراویح ادا کر سکیں۔ اس طرح دوہرا ثواب پانے کا موقع رمضان میں ملتا ہے، ایک انتظام کرنے کا اور دوسرا تراویح کی جانب لوگوں کو مائل کرنے کا، اس طور پر دیکھیں تو رمضان نعمت ہی نعمت ہے۔

غربا و مساکین کے لیے نعمت

یہ مہینہ ان لوگوں کے لیے بھی خاص نعمت ہے جس کے پاس کھانے کا سامان نہیں، پہننے کے لیے کپڑا نہیں اور رہنے کے لیے مکان نہیں، ان تمام چیزوں کا انتظام رمضان کی برکت سے ہو جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مالداروں پر جو زکاۃ فرض کیا ہے وہ بالعموم رمضان ہی میں ادا کیا جاتا ہے، اسی طرح عام روزہ داروں پر صدقہ فطر واجب کرکے غربا و مساکین کی خوشحالی کا بہترین سامان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ۔ (توبہ:۶۰)

ترجمہ: صدقات غربا و مساکین کے لیے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جو غربا و مساکین عام دنوں میں خوشی خوشی زندگی نہیں گزار پاتے وہ رمضان کی برکت اور نعمت پا کر خوش خوش نظر آتے ہیں اور عام دنوں کی بہ نسبت رمضان کے مہینے میں ان کی حالت بہتر ہو جاتی ہے۔

یہ تو وہ نعمتیں ہیں جو بالعموم تمام لوگوں کو رمضان کی برکت سے ملتی ہیں لیکن جو لوگ رمضان میں صدق دل سے روزہ رکھتے ہیں اور روزے کے جملہ شرائط کی پابندی کرتے ہیں، ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید چند خاص نعمتیں عطا ہوتی ہیں، جیسے:

تقویٰ وطہارت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۝۱۸۳ (بقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پہ روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کا اصل مقصد تقویٰ اور پرہیزگاری حاصل کرنا ہے۔ روزہ کے ذریعے مومن کے قلب میں ایک ایسا نور داخل ہوتا ہے جو اس کے دل و دماغ کو روشن کر دیتا ہے، اسی کے ذریعے بندہ تقویٰ کا لباس پہنتا ہے جس کی وجہ سے وہ طاعت و بندگی میں ایک لذت محسوس کرنے لگتا ہے اور معصیت و گناہ سے دور بھاگتا ہے اور یہ نعمت رمضان و روزے کی برکت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

صبر وشکر

رمضان کی وجہ سے روزہ جیسی نعمت، روزہ کی وجہ سے تقویٰ جیسی نعمت اور تقویٰ کی وجہ سے ایک مسلمان کو صبر و شکر جیسی انمول نعمت حاصل ہوتی ہے، جو زندگی کے ہر موڑ پر کامیابی کی ضمانت ہے، یہ دونوں ایسی لازوال نعمت ہیں کہ اگر یہ کسی کو حاصل ہو جائیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہونے لگتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۝۱۵۳ (بقرہ)

ترجمہ: اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

صبر کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ اسی صفت کی وجہ سے زندگی کی آزمائشوں میں کامیابی ملتی ہے، اگر بندہ کے اندر صبر کرنے کی طاقت نہیں ہے تو اسے مصیبت و پریشانی کا جھیلنا دشوار ہو جائے گا، جب کہ اصل یہ ہے کہ مصیبتوں پہ صبر کیا جائے، اسی طرح شکر کی اہمیت بھی اپنی جگہ مسلم ہے جس کی وجہ سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے، اس لیے ایک مومن بندے کو ہر حال میں شکر گزار رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

بَلِ اللهَ فَاعْبُدْ وَكُن مِّنَ الشَّاكِرِينَ۝۶۶ (زمر)

یعنی اللہ کی عبادت کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔

شکر ادا کرنا بظاہر تو آسان معلوم ہوتا ہے لیکن یہ ایک مشکل عمل ہے، یہی وجہ ہے شکر ادا کرنے والوں کی تعداد کافی کم پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ۝۱۳ (سبا)

ترجمہ: میرے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔

چونکہ ایک انسان مصیبت میں تو صبر کر لیتا ہے مگر جب اس کے پاس کچھ فراوانی آتی ہے یا اسے کچھ خوشحالی میسر آنے لگتی ہے تو شکر ادا کرنے کی جانب اس کا دھیان ہی نہیں جا پاتا۔ لیکن یہ رمضان کی برکت ہی ہے کہ اس مہینے میں عام طور پر مسلمان صبر و شکر کا مجموعہ نظر آتا ہے۔

٭٭٭

جہاں گیر حسن مصباحی

زکاۃ: قرآن وحدیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡہِمۡ فِعۡلَ الۡخَیۡرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَآءَ الزَّکٰوۃِ ۚ وَکَانُوۡا لَنَا عٰبِدِیۡنَ ﴿۷۳﴾ (انبیا)

ترجمہ: ہم نے انبیا و مرسلین کو نیک اعمال کرنے، نماز قائم کرنے اور زکاۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور وہ ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے۔

اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَکَانَ یَاۡمُرُ اَہۡلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ ۪ وَکَانَ عِنۡدَ رَبِّہٖ مَرۡضِیًّا ﴿۵۵﴾ (مریم)

ترجمہ: وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکاۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور اپنے رب کے نزدیک محبوب تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو بھی نماز کے ساتھ زکاۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا تھا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ ۟ؕ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ ۪ وَ اَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ (مریم)

ترجمہ: میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی، نبوت سے سرفراز کیا، میں جہاں کہیں بھی رہا مجھے بابرکت رکھا اور جب تک میں زندہ رہوں اس وقت تک مجھے نماز اور زکاۃ ادا کرنے کی وصیت فرمائی۔

دوسرے احکام کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھی نماز اور زکاۃ کا حکم دیا گیا تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے:

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ﴿۴۳﴾ (بقرہ)

ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو۔

ایک دوسرے مقام پر بنی اسرائیل کو متوجہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لَئِنۡ اَقَمۡتُمُ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیۡتُمُ الزَّکٰوۃَ وَاٰمَنۡتُمۡ بِرُسُلِیۡ وَعَزَّرۡتُمُوۡہُمۡ وَاَقۡرَضۡتُمُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا لَّاُکَفِّرَنَّ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ﴿۱۲﴾ (مائدہ)

ترجمہ: اگر تم نے نماز قائم کی، زکاۃ ادا کی، میرے رسولوں پر ایمان لائے، ان کی مدد کی اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دیا تو یقیناً میں تمہارے گناہوں کو بخش دوں گا اور تمھیں ایسی جنت میں داخل کروں گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

ان تمام آیات سے واضح ہوتا ہے کہ زکاۃ ایک ایسی عبادت ہے جو ہم امت محمدیہ سے پہلے، پچھلی امتوں پر بھی فرض تھی اور اس کا ادا کرنا اللہ کی رضا کا سبب اور قربت الٰہی کا اہم ذریعہ مانا جاتا تھا۔

چنانچہ زکاۃ کا یہ نظام اللہ تعالیٰ نے دین محمدی میں بھی قائم رکھا، بلکہ دین کے بنیادی ستونوں میں اسے ایک اہم ستون قرار دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

بُنِیَ الۡاِسۡلَامُ عَلٰی خَمۡسٍ: شَهَادَةِ أَنۡ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوۡلُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيۡتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الۡبَيۡتِ، وَصِيَامِ رَمَضَانَ۔ (بخاری، کتاب الایمان)

ترجمہ: اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں:

۱۔اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

۲۔نماز قائم کرنا۔ ۳۔زکاۃ ادا کرنا۔

۴۔حج کرنا۔ ۵۔رمضان کے روزے رکھنا۔

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی نماز قائم کرنے کا حکم آیا ہے، وہاں زکاۃ ادا کرنے کا بھی حکم ہے۔اس کے علاوہ متعدد مقامات پر أَقِيمُوا الصَّلَاةَ کے ساتھ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ آیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں جس قدر نماز کی اہمیت ہے، اسی قدر زکاۃ کی بھی اہمیت ہے، ان دونوں کے درمیان عمل میں اس طور پر فرق کرنا کہ کوئی نماز ادا کرے اور زکاۃ نہ ادا کرے، اسی طرح کوئی زکاۃ ادا کرے لیکن نماز قائم نہ کرے تو ایسا کرنا ایک مسلمان کو دینداری سے دور کرتا ہے اور اسے فاسق وفاجر کی فہرست میں لاکھڑا کرتا ہے، کیونکہ جس طرح نماز کا ترک کرنا اور اس کا انکار کرنا بندے کو کفر تک پہنچا دیتا ہے، اسی طرح زکاۃ کا ترک کرنا اور اس کی ادائیگی سے انکار بھی ایک مسلمان کو کفر سے قریب کر دیتا ہے۔

ورنہ کیا وجہ تھی کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زکاۃ اور نماز کے درمیان فرق کرنے والوں سے یہ فرماتے ہوئے جہاد کیا کہ:وَاللهِ !لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللهِ لَوْ مَنَعُوْنِي عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا ۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ:واللہ! میں اس سے ضرور قتال کروں گا جس نے نماز اور زکاۃ کی ادائیگی میں فرق کیا، کیونکہ جس طرح نماز جسمانی عبادت ہے اسی طرح زکاۃ بھی مالی عبادت ہے، اگر کسی نے زکاۃ میں ایک رسی بھی روک لی جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ادا کرتا تھا تو میں اس شخص سے قتال کروں گا۔

اس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید کر کے اجماعی طور پر یہ فیصلہ کر دیا کہ اعتقادی اعتبار سے زکاۃ کی ادائیگی سے انکار کرنے والا دین اسلام سے نکل جاتا ہے۔

زکاۃ دینے والوں پر اللہ کی خاص رحمت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۵۶﴾ (اعراف)

ترجمہ:میری رحمت تمام چیزوں کو شامل ہے، پس میں اس خاص رحمت کو تقویٰ اختیار کرنے والے، زکاۃ ادا کرنے والے اور ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے کے نام لکھ دوں گا۔

یوں تو دنیا میں ہر شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہوتا ہے، خواہ وہ نیک ہو یا بد اور سبھی اس رحمت سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کی بارش ان متقیوں پر ہوگی جو زکاۃ ادا کرتے ہیں۔

مزید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ (حج)

ترجمہ:یہ وہ اہل حق ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار دے دیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکاۃ ادا کریں گے، لوگوں کو بھلائی کا حکم دیں گے انھیں برائی سے روکیں گے اور اللہ ہی تمام اعمال کا اجر عطا فرمائے گا۔

زکاۃ کی برکت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ مَا اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا فِیْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰہِ وَ مَا اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۝۳۹ (روم)

ترجمہ: جو کچھ مال تم سود کے طور پر لوگوں کو دیتے ہو، تا کہ وہ لوگوں کے مال میں اضافہ کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو زکاۃ تم دیتے ہو، اس سے تمہارا مقصود اللہ کی رضا ہو تو وہ مال اللہ تعالیٰ کے پاس بڑھتا رہے گا۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ۝۲۷۶ (بقرہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

ان دونوں آیات میں سود اور زکاۃ کے درمیان فرق کو واضح کیا گیا ہے کہ سود سے بظاہر مال بڑھتا ہے لیکن اللہ کے نزدیک ایسے مال کی کوئی قدر و قیمت نہیں، اس کے برعکس جو زکاۃ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی جاتی ہے اس میں ایک خاص برکت ہوتی ہے۔

مزید یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ زکاۃ یا جو مال بھی فی سبیل اللہ دیا جائے، جیسے صدقات نافلہ اور ہدیہ وغیرہ اس سے مقصود محض اللہ تعالیٰ کی رضا ہونی چاہیے، دنیا نہیں، مثلاً: اگر کوئی کسی کو ہدیہ دے تو وہ یہ امید نہ رکھے کہ اُسے بھی بدلے میں ہدیہ ملے گا، یا اگر زکاۃ دے تو اس کی نیت یہ نہ ہو کہ وہ زکاۃ ادا کر کے کسی پر احسان کر رہا ہے، بلکہ اس کا شائبہ بھی نہ ہو۔

زکاۃ اور طہارت مال

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۝۱۰۳ (توبہ)

ترجمہ: اے محبوب! ان کے اموال سے زکاۃ اور صدقہ لیں تا کہ آپ ان کو پاک کر سکیں اور ان کا تزکیہ کر سکیں۔

ایک دوسری حدیث ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكَاةَ، إِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ ۔ (ابوداود، حقوق المال)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے زکاۃ اسی لیے فرض کیا ہے کہ وہ تمہارے باقی مال کو پاک کر دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زکاۃ و صدقہ نکالنے سے طہارت اور پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور یہ طہارت دو طرح کی ہو سکتی ہیں:

۱۔ حرام اور ناجائز مال سے طہارت، وہ اس طرح کہ کبھی بھول چوک یا انجانے میں حلال کمائی میں حرام و ناجائز مال مل جاتا ہے اور اس کی خبر نہیں ہو پاتی، یا غربا و مساکین کی حق تلفی ہو جاتی ہے، چنانچہ زکاۃ ادا کرنے سے وہ نقص دور اور مال پاک ہو جاتا ہے اور پھر پاکیزگی کے ساتھ ساتھ برکتیں بھی حاصل ہوتی ہیں۔

۲۔ گناہوں سے اور برے اخلاق سے طہارت، وہ اس طرح کہ عام طور پر مال کی محبت انسان کو خود غرض، ظالم، متکبر، بخیل اور بد دیانت بنا دیتی ہے، جب کہ زکاۃ ادا کرنے سے مال کی محبت میں کمی آتی ہے اور انسان کے اندر ہمدردی، رحم دلی، بھائی چارہ، ایثار اور اخلاص و احسان جیسے اوصاف پیدا ہوتے ہیں، پھر جب بندہ یہ سوچ کر زکاۃ ادا کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو یقیناً اس کی برائیاں بھی اچھائیوں سے بدل جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۝۱۱۴ (ہود)

ترجمہ: بلاشبہ نیکیاں، گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔

زکاۃ ادا کرنے سے بظاہر تو مال میں کمی واقع ہوتی ہے لیکن حقیقت میں اس سے مال میں اضافہ ہوتا ہے، بلکہ بعض دفعہ تو ظاہری طور پر بھی اضافہ ہوتا ہے کہ زکاۃ ادا کرنے والوں کے کاروبار میں ترقی ہو جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ باطنی برکت حاصل ہوتی ہے، جیسے زکاۃ دینے والوں کو خیر و سعادت کے کاموں کی زیادہ توفیق ملتی ہے اور اس کی وجہ سے اُسے اللہ تعالیٰ کا فضل ملتا رہتا ہے۔

اُس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴿۲۶۱﴾ (بقرہ)

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال، اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی سی ہے جس نے سات بالیاں اگائیں، جس کے ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے، مزید اضافہ فرما دیتا ہے۔

زکاۃ ادا کرنے کے ظاہری اور باطنی فائدے تو ہمیں دنیا ہی میں حاصل ہو جاتے ہیں لیکن اس کے اخروی فائدے بھی ہیں جو بروز قیامت زکاۃ دینے والے کو حاصل ہوں گے، بشرطیکہ زکاۃ؛ اخلاص کے ساتھ، محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ادا کی گئی ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا يَتَصَدَّقُ أَحَدٌ بِتَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، إِلَّا أَخَذَهَا اللّٰهُ بِيَمِيْنِهِ، فَيُرَبِّيْهَا كَمَا يُرَبِّيْ أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ، أَوْ قَلُوْصَهُ، حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ، أَوْ أَعْظَمَ. (مسلم، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما لیتا ہے، پھر اسے بڑھاتا ہے جیسے تم میں سے کوئی بچھڑا پالتا ہے، یہاں تک کہ صدقہ کیا ہوا کھجور، پہاڑ کی طرح یا اس سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ. (مسلم، کتاب البر)

ترجمہ: صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔

ایک دوسری حدیث پاک میں ہے:

دَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَحَصِّنُوْا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ، وَأَعِدُّوْا لِلْبَلَاءِ الدُّعَاءَ. (سنن بیہقی، کتاب الجنائز)

ترجمہ: اپنے بیماروں کا صدقہ سے علاج کرو، اپنے مالوں کو زکاۃ کے ذریعے بچاؤ اور مصیبت کو دعا سے دور کرو۔

ایک مرتبہ حضور مسجد کعبہ میں حطیم میں تشریف فرما تھے، کسی شخص نے تذکرہ کیا کہ فلاں، فلاں آدمیوں کا بڑا نقصان ہو گیا، سمندر کی موج نے ان کا مال ضائع کر دیا، آپ نے فرمایا:

مَا تَلِفَ مَالٌ فِيْ بَرٍّ وَلَا بَحْرٍ إِلَّا بِحَبْسِ الزَّكَاةِ.

ترجمہ: جنگل ہو یا سمندر کسی جگہ بھی جو مال ضائع ہوتا ہے وہ زکاۃ نہ دینے سے ضائع ہوتا ہے۔ (معجم اوسط للطبرانی)

اس طرح زکاۃ کا ایک فائدہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی برکت سے مال ہر قسم کے نقصان سے بچا رہتا ہے۔

آج ہم مال کی حفاظت کے لیے بے شمار تدبیریں اپناتے ہیں لیکن زکاۃ کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں دیتے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ زکاۃ ادا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نہ صرف مال کی حفاظت فرماتا ہے بلکہ اس مال میں بے شمار برکتیں بھی عطا فرماتا ہے۔ ☆☆☆

امام الدین سعیدی

اسرارِ زکاۃ

زکاۃ اسلام کا وہ بنیادی رکن ہے جو انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگی کی صلاح وفلاح کا ضامن ہے، اللہ رب العزت نے اسے فرض قرار دے کر جہاں ایمانی درجات کے حصول کا ذریعہ فراہم کیا وہیں اس میں انسانوں کے درمیان باہمی الفت وہمدردی قائم رکھنے کا ایک اہم پہلو بھی رکھا ہے۔ یہ بظاہر مال وزر کا خرچ کرنا ہے مگر حقیقت میں یہ ایک عبادت ہے۔ رب کائنات کی ذات علیم وحکیم ہے اس کا کوئی بھی حکم؛ حکمت سے خالی نہیں ہوتا، اگر فلسفۂ زکاۃ میں غور وفکر کیا جائے تو اس میں بھی ایسی حکمتیں پوشیدہ ملیں گی جو مکمل طور سے انسانی کمالات کی معراج ہیں۔

ذیل میں قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں زکاۃ کے چند مخصوص اسرار ونکات کو بیان کیا جاتا ہے جن سے مذکورہ دعوی کی مکمل تصدیق ہوتی ہے۔

●زکاۃ وصدقات کو ایمان کی دلیل وبرہان اور احکام الٰہی کی اطاعت کی تصدیق قرار دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

وَالزَّكٰوةُ بُرۡهَانٌ۔ (نسائی، حدیث ۲۳۹۴)

ترجمہ: زکاۃ دلیل ہے۔

وَالصَّدَقَةُ بُرۡهَانٌ۔ (مسلم، حدیث: ۲۲۳)

ترجمہ: صدقہ دلیل ہے۔

●زکاۃ ادا کرنے والوں کو خبیث اور بری صفت سے پاک کیا جاتا ہے اور اسے پاکیزہ وبلند خصلتوں کا عادی بنایا جاتا ہے جیسے انسان کے اندر بخل وکنجوسی جیسی مہلک اور گندی عادت ہوتی ہے۔ زکاۃ کے ذریعے اس بری عادت کو ختم کیا جاتا ہے۔

اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے یوں اشارا فرمایا ہے:

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَ تُزَكِّيۡهِمۡ ﴿۱۰۳﴾ (توبہ)

ترجمہ: ان کے مال سے صدقہ لیجئے تاکہ آپ انھیں پاک اور ان کا تزکیہ کریں۔

●زکاۃ؛ بلاؤں اور مصیبتوں سے نجات اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

مَنۡ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي حَاجَتِهٖ وَمَنۡ فَرَّجَ عَنۡ مُسۡلِمٍ كُرۡبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنۡهُ بِهَا كُرۡبَةً مِنۡ كُرَبِ يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ۔ (مسلم، باب تحریم الظلم)

ترجمہ: جس نے اپنے بھائی کی حاجت پوری کی اللہ اس کی حاجت پوری کرتا ہے، جس نے کسی مسلمان کی مصیبت دور کی اللہ قیامت میں اس کی مصیبت دور فرمائے گا۔

●زکاۃ؛ ایمان کی حلاوت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثٌ مَنۡ فَعَلَهُنَّ فَقَدۡ طَعِمَ طَعۡمَ الۡإِيمَانِ: مَنۡ عَبَدَ اللهَ وَحۡدَهُ وَأَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَعۡطَى زَكَاةَ مَالِهِ طَيِّبَةً بِهَا نَفۡسُهٗ رَافِدَةً عَلَيۡهِ كُلَّ عَامٍ۔ (ابوداود، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: تین چیزیں ایسی ہیں جن کے کرنے سے ایمان کی حلاوت حاصل ہوتی ہے:

۱۔جس نے صرف اللہ کی عبادت کی۔

۲۔جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳۔جس نے خوشی خوشی زکاۃ ادا کی جو اس پر ہر سال واجب ہوتی ہے۔

● زکاۃ ؛مال میں اضافہ اور خیر و برکت کے نزول کا سبب ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ۔ (مسلم، کتاب البر)

ترجمہ: صدقہ دینے سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَا مَنَعَ قَوْمٌ زَكَاةَ اَمْوَالِهِمْ اِلَّا مَنَعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ۔ (شعب الایمان، من منع زکاۃ مالہ)

ترجمہ: جس قوم نے اپنے اموال کی زکاۃ دینے سے منع کیا سمجھو اس نے آسمان سے بارش ہونے کو روک دیا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ زکاۃ کے اسرار اور باطنی آداب کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

واضح ہو کہ طلب آخرت کے لیے زکاۃ کے سلسلے میں کچھ آداب و حقائق ہیں جن سے آگاہ ہونا اور ان کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، جیسے:

● زکاۃ کی فرضیت کے علم کے ساتھ ساتھ اس کی حکمت وعلت کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔

زکاۃ کو اسلام کا رکن قرار دینے میں درج ذیل حقائق و معانی کی طرف اشارہ ہے:

● کلمۂ شہادت کی تصدیق اس بات پر دلیل ہے کہ ایک مومن کے نزدیک اللہ جل شانہ کے علاوہ دوسرا کوئی معبود و محبوب نہیں، اطاعت و بندگی کے لائق صرف وہی ذات ہے۔ اسی ایمانی خلوص اور دعویٔ محبت کو آزمانے کے لیے اسے ان چیزوں کو خود سے جدا کرنے کا حکم دیا جن سے وہ رغبت و محبت رکھتا ہے، تاکہ عملی طور سے زبانی توحید ثابت ہو جائے۔ ظاہر ہے مال و زر ایسی چیز ہے جسے انسان فطری طور سے محبوب و مرغوب رکھتا ہے، زکاۃ کے حکم میں اسی بات کی آزمائش ہے کہ اللہ کی ذات سب سے زیادہ محبوب ہے یا مال و دولت، ظاہر ہے یہ حکم اس زبانی اقرار و شہادت کی عملی تصدیق ہے۔

● ایک معنی یہ بھی ہے کہ بندہ کو لالچ اور بخل جیسی بری صفت سے پاک کرنا مقصود ہے، کیونکہ یہ ہلاک کر دینے والی بیماریوں میں سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ۔ (شعب الایمان، الخوف من اللہ)

ترجمہ: تین چیزیں ہلاک کر دینے والی ہیں:

۱۔بخل کا وہ جذبہ جس کی اطاعت کی جائے۔

۲۔وہ خواہش جس کی پیروی کی جائے۔

۳۔انسان کا خود پسندی میں مبتلا ہونا۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ

أَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ (تغابن)

ترجمہ: جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو، فرمان سنو اور حکم مانو، اپنے بھلے کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور جو اپنی خواہشات سے بچ گیا وہی فلاح پانے والا ہے۔

جب تک بخل ختم نہیں ہوگا اس وقت تک خرچ کرنے اور ایثار کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا، گویا زکاۃ اس مہلک مرض کی دوا اور اس کا علاج ہے۔

● شکرانِ نعمت: انسان کی جان ہو یا مال سب اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت ہے اور ہر نعمت کے بدلے میں انعام فرمانے والے کا شکر ادا کرنا ضروری ہے، اسی لیے جان کی نعمت کے بدلے جسمانی عبادات شکر ہیں اور مال کی نعمت کے بدلے اس کی راہ میں انفاق وزکاۃ شکر ہے۔ اس شخص کے لیے کس قدر شکر کا مقام ہے جو کسی کو رزق کی اس تنگی اور محتاجی میں دیکھے جس سے وہ سلامت ہے اور اگر وہ اس شکر میں اللہ کی رضا کے لیے کسی حاجت مند کی حاجت روائی نہ کرے تو اس سے بڑا ناشکری کرنے والا کون ہوگا؟ (احیاء علوم الدین عربی، ص: ۲۸۱ تا ۲۸۲)

آداب باطنی

● زکاۃ کی ادائیگی میں جلدی کرنا چاہیے، کار خیر میں تاخیر کرنا شیطانی وسوسہ ہے، نیز شوق ورغبت کا اظہار کرے تاکہ لینے والے فقرا و مساکین کو خوشی محسوس ہو۔

● زکاۃ وصدقات دیتے وقت اس بیہودہ گمان کو جگہ نہ دے کہ وہ فقرا و مساکین پر احسان کر رہا ہے اور نہ ہی اس کا جگہ جگہ چرچا کرے کہ ہم نے فلاں کی ضرورت پوری کر کے اس پر احسان کیا ہے یا ایسی بات ہرگز نہ بولے جو لینے والے کے لیے تکلیف دہ ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ﴿۲۶۴﴾ (بقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اپنے صدقے کو باطل نہ کرو۔

حضرت سفیان ثوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ: جو آدمی احسان جتاتا ہے اس کا صدقہ فاسد ہو جاتا ہے، آپ سے پوچھا گیا کہ: احسان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس صدقہ کا جگہ جگہ ذکر کرنا اور اس عطیہ کے بدلے اس سے خدمت لینا۔

(احیاء علوم الدین عربی)

امام غزالی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی اصل یہ ہے کہ دینے والا یہ خیال نہ کرے کہ میں نے اس پر احسان وانعام کیا ہے حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ وہ خود فقیر کا ممنون وشکر گذار ہو جائے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا حق قبول کر لیا جو اُس کے حق میں طہارت اور جہنم سے نجات کا سبب ہے۔ فقیر کا احسان مانے کہ اس نے اس فریضے سے بری ہونے کے لیے اپنی ہتھیلی کو اللہ تعالیٰ کا نائب بنایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ الصَّدَقَةَ تَقَعُ فِي يَدِ اللهِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ فِي يَدِ السَّائِلِ۔

(معجم کبیر، عبداللہ بن مسعود ہذلی)

ترجمہ: صدقہ؛ سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔

● بندے کو چاہیے کہ جو کچھ بھی خرچ کر رہا ہے چاہے جتنی بڑی مقدار میں ہو اسے حقیر اور کم خیال کرے، ورنہ خود پسندی کے مرض میں مبتلا ہو جائے گا جو اعمال کو ضائع کر دے گا۔ کہا گیا ہے کہ: جو بھی اللہ کی بارگاہ میں بندے کی جانب سے پیش ہو اسے جس قدر کمتر سمجھا جائے وہ اسی قدر مقبول و محبوب ہوگا۔

اس میں کمال یہ ہے کہ کسی بھی طاعت و نیکی میں یہ خیال نہ رہ جائے کہ یہ میری طرف سے ہے یا اسے میں نے انجام دیا ہے، بلکہ اسے بھی اللہ کا فضل و احسان تصور کرے۔

☆ زکاۃ و عطیات نکالتے وقت یہ خیال رہے کہ مال یا غلہ کا جو سب سے عمدہ اور پاکیزہ حصہ ہے اسے پیش کرے کیوں کہ اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب ہی قبول کرتا ہے۔ کوئی شخص عمدہ اور حلال مال اپنے لیے رکھتا ہے اور ردّی و مشکوک مال زکاۃ میں دیتا ہے تو گویا وہ اپنی ذات کو اللہ کی ذات پر ترجیح دے رہا ہے اور ثواب کے بجائے عذاب والا کام کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ﴿۲۶۷﴾ (بقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے دو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا، ناقص مال دینے کا ارادہ نہ کرو، تم وہ مال خرچ کرتے ہو جب کہ وہ مال تمھیں ملے تو تم بھی نہ لو گے جب تک کہ اس سے چشم پوشی نہ کرو۔ (تلخیص از احیا علوم الدین)

زکاۃ و صدقات کے سلسلے میں مسلمانوں کا رویہ نہایت افسوسناک ہوتا جا رہا ہے نوافل تو دور کی بات ہے یہاں فرض ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں اور سرمایہ دار اور دولت مند طبقہ سال میں اگر زکاۃ نکالتا بھی ہے تو عام طور سے اس کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ میں نے اللہ کے دین پر بہت بڑا احسان کیا ہے یا فلاں ادارہ میرے پیسوں سے چل رہا ہے۔

اس طرح سے ہم زکاۃ کی حقیقت و مصلحت اور اس کے آداب سے ناواقف ہونے کے سبب اپنا اجر و ثواب برباد کر لیتے ہیں، حالانکہ ایمانی تقاضا تو یہ ہے کہ اگر کوئی زکاۃ کا مستحق مل جائے تو اسے غنیمت جان کر شکر ادا کرنا چاہیے۔

یہ بھی واضح رہے اللہ رب العزت کو کسی کے مال و دولت کی ضرورت نہیں، وہ ان سب چیزوں سے بے نیاز ہے، اسی طرح وہ اپنے دین کی حفاظت اور اس کی خدمت لینے میں بھی کسی کا محتاج نہیں، وہ کسی سے اور کہیں سے بھی خدمت لے سکتا ہے، یہ اس کا فضل و کرم ہے۔ اس نے ہمارے اوپر مال و دولت کی صورت میں انعام فرما کر ایک عظیم احسان فرمایا اور اس پر مزید یہ احسان کیا کہ اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق دی، اس میں بندے کا کوئی کمال نہیں۔

اگر مذکورہ آداب و شرائط کے ساتھ کوئی ایک روپیہ ہی خرچ کرے تو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو کبر و گھمنڈ کے ساتھ ایک لاکھ خرچ کرے، وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کہلائے گا جو ایمان کا خلوص ہے اور یہ خواہشات کی تکمیل کے لیے خرچ کرنا کہلائے گا جو سراسر نفاق ہے۔

☆☆☆

غلام مصطفی ازہری

زکاۃ کن کو دیں؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾ (توبہ)

ترجمہ: زکاۃ اللہ کی طرف سے صرف فقرا، مساکین، عاملین، مؤلفۃ القلوب، غلاموں کی آزادی کے لیے، قرض کی ادائیگی کے لیے، اللہ کے راستے میں اور مسافر کو دینا فرض ہے اور اللہ ہی علم و حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ اموال زکاۃ جن کو دیا جائے گا وہ آٹھ طرح کے لوگ ہیں، جن کی تفصیل اور مصارف زکاۃ سے متعلق دور حاضر کے بعض درپیش مسائل کا تجزیہ قارئین کی نذر ہے۔

فقیر اور مسکین

فقیر وہ ہے جس کے پاس خرچ کے لیے کچھ نہ کچھ ہو لیکن اس کی آمدنی نصاب تک نہیں پہنچتی ہو یا اس پر سال نہیں گزر پاتا ہو اور مسکین اس کو کہتے ہیں جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

ان دونوں قسم کے لوگ اگر رشتے دار میں ہوں اور وہ متقی و صالح ہوں تو اُنھیں زکاۃ دینا زیادہ مناسب ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى ﴿۱۷۷﴾ (بقرہ)

ترجمہ: جو لوگ مال کی محبت اور اس کی ضرورت کے باوجود رشتے داروں پر مال خرچ کرتے ہیں (وہی لوگ پرہیزگار ہیں)۔

ذَوِي الْقُرْبٰى سے مراد اگر اللہ تعالیٰ کے مقربین لیے جائیں تو زیادہ مناسب ہے، کیوں کہ بندے کا اصل رشتہ تو اللہ سے ہے، چنانچہ اس کی محبت میں اس کے ان ذاکرین اور مقربین پر خرچ کرنا زیادہ مناسب ہے جو کسی سے سوال نہیں کرتے، وہ کسب دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ہمیشہ ذکر و فکر اور تبلیغ دین میں مشغول رہتے ہیں۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ (بقرۃ)

ترجمہ: ان فقیروں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگے ہوئے ہیں، جو کسب نہیں کر سکتے، ان کی بے نیازی کی وجہ سے نادان انھیں دولت مند سمجھتے ہیں، تم انھیں ان کی خاص علامتوں سے پہچان سکتے ہو، وہ لوگوں سے سوال نہیں کرتے اور تم جو بھی اچھی چیز ان پر خرچ کروگے اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

بھکاری کو زکاۃ دینا کیسا ہے؟

بھیک مانگنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ حکم بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ غنی مالدار جیسے اکثر خاندانی فقیر، بعض علاقوں میں اس خاندان کا نام 'شاہ صاحب' بتاتے ہیں، اگر وہ صاحب نصاب ہیں تو انھیں سوال کرنا اور انھیں دینا دونوں حرام ہے اُن کو

دینے سے زکاۃ ادا نہیں ہوگی، بلکہ فرض ذمہ میں باقی رہے گا۔

۲۔ جو لوگ نصاب کے مالک نہیں مگر قوی و تندرست اور کمانے پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں کرتے جو اُن کے کسب سے باہر ہو، کوئی پیشہ یا مزدوری نہیں کرتے، مفت کھانے کے عادی ہیں اور اپنے عیش و عشرت کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں اُنھیں سوال کرنا حرام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ، وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ۔ (جامع ترمذی، من لا تحل لہ الصدقۃ)

ترجمہ: صدقہ نہ کسی غنی کے لیے حلال ہے اور نہ کسی توانا و تندرست کے لیے۔

ایسے لوگوں کو بھیک دینا منع ہے، کیونکہ اُنھیں معصیت اور کاہلی پر مدد کرنا ہے۔ اس لیے ایسے لوگوں کو نہ دیں تاکہ مجبور ہو کر یہ لوگ کچھ محنت و مزدوری کریں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۝۲ (انعام)

ترجمہ: گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔

مگر اُنھیں بھی زکاۃ دینے سے زکاۃ ادا ہو جائے گی، کیونکہ یہ بھی فقیر ہی ہیں اگرچہ سست اور کاہل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ ۝۶۰ (توبہ)

ترجمہ: صدقات فقرا کے لیے ہیں۔

۳۔ وہ عاجز و ناتواں جن کے پاس مال نہ ہو اور نہ کمانے پر قدرت رکھتے ہوں، یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہ ہوں، اُنھیں بقدر حاجت مانگنا حلال ہے اور اُنھیں دینا باعثِ اجرِ عظیم ہے، یہی وہ لوگ ہیں جنھیں جھڑکنا حرام قرار دیا گیا ہے۔

عامل

عامل میں ہر وہ شخص شامل ہے جو زکاۃ وصول کرنے، اس کا حساب رکھنے اور اس کی حفاظت پر مامور ہو۔

یہ لوگ اگرچہ مالدار اور صاحب نصاب ہوں لیکن انھیں زکاۃ لینا جائز ہے، کیونکہ یہ اپنے کاموں کو چھوڑ کر اسی میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں، لیکن ہاں! انھیں زکاۃ سے صرف اتنا ہی مال دیا جائے گا جتنے سے ان کی اور ان کے مددگاروں کی ضرورت پوری ہو جاتی ہو، اس کے علاوہ سفر کے دوران جو بھی مناسب خرچ ہو دیا جائے گا۔

مجمع الانہر میں درج ہے کہ: عامل اور اس کے مددگاروں کو تنخواہ یا مزدوری مقرر کیے بغیر وصولی کے دنوں کے اعتبار سے مال زکاۃ سے ضرورت بھر دیا جائے گا اور اگر اس کی ضرورت وصول کردہ تمام مال سے پوری ہوتی ہو تو آدھے مال سے زیادہ نہیں دیا جائے گا، کیونکہ نصف ہی انصاف ہے۔ (ج:۱، ص:۳۲۵)

کمیشن لینا کیسا ہے؟

آج کل یہ رواج عام ہے کہ لوگ کسی مدرسے یا تنظیم کے لیے رمضان یا غیر رمضان میں زکاۃ، صدقات واجبہ اور فطرہ وصول کرنے کے بدلے میں کمیشن لیتے ہیں، یا مدرسہ یا تنظیم والے کسی کو کمیشن پر رکھ کر چندہ کراتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ کمیشن لینا یا دینا کیسا ہے؟

اس سلسلے میں غور کیا جائے تو کمیشن لینے والے کی دو حیثیتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ ایک صورت یہ ہے کہ چندہ وصول کرنے والے کو عامل مانا جائے جس کو سلطنت اسلامیہ کی جانب سے زکاۃ کی وصولی پر متعین کیا جاتا ہے اور اس کو مال زکاۃ سے کفایت بھر دیا جاتا ہے، اگرچہ مالدار ہو۔

لیکن عامل متعین کرنے کے لیے امارت کا قائم ہونا ضروری

ہے اور اسلامی سلطنت نہ ہونے کی وجہ سے علمائے ربانیین کے ذمے اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہے اور ان پر ایک محدود دائرے ہی میں سہی، امارت قائم کرنے کی کوشش کرنا لازم ہے، اب اگر کہیں کوئی ایسا عالم ربانی ہے جو دین قائم کرنے کے لیے کوشش کرتا ہے، وہ اگر کسی شخص کو صدقات اور زکاۃ کی وصولی پر متعین کرتا ہے تو مال زکاۃ سے بقدر کفایت اس شخص کو اجرت دینا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ...۵۹ (نسا)

ترجمہ: اللہ، اس کے رسول اور اپنے امیر کی پیروی کرو۔

اس آیت میں امیر سے مراد علمائے دین ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مدارس کے عام علما اور آج کے متعین کردہ عام قاضی کو یہ حق ہے کہ زکاۃ وصول کرنے کے لیے وہ کسی کو عامل بنائے؟ کیا ہر عالم دین مطلق نائب رسول، امیر شہر یا امیر امت مسلمہ ہے؟ پھر یہ کہ کیا شہر کا سب سے بڑا عالم ہونے کے لیے فتاوی کی کتابوں کا پڑھنا ہی کافی ہے؟ عمل، اطاعت اور تصدیق حقیقی کی ضرورت نہیں ہے؟ حق تو یہ ہے کہ کوئی شخص عالم دین اسی وقت کہلائے گا اور اس کی اطاعت لوگوں پر اسی وقت ضروری ہوگی جب وہ مکمل طور پر اللہ کا بندہ ہو جائے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وَّ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ...۱۵ (لقمان)

اس شخص کی پیروی کرو جو مکمل طور پر میری طرف مائل ہو۔

اور جو اللہ کی طرف مکمل طور پر مائل نہ ہو اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی اگر چہ وہ شہر کا سب سے بڑا عالم کہلاتا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا ...۲۸ (کہف)

ترجمہ: اس کی پیروی نہ کرو جس کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔

حضرت مفتی نظام الدین رضوی صدر شعبۂ افتا، جامعہ اشرفیہ نے بھی مدارس کے عام چندہ وصول کرنے والے کو ''عامل''، تسلیم نہیں کیا ہے اپنی ایک تحقیق میں وہ لکھتے ہیں:

مدارس کے سفرا شرعی نقطۂ نظر سے عامل نہیں ہیں، نہ ہی کتاب وسنت میں انھیں مصارف زکاۃ سے شمار کیا گیا ہے اور نہ ہی ان کے لیے حق محنت کی اجازت دی جائے گی۔

(تحصیل زکاۃ پر کمیشن کا حکم، ص: ۴۲)

لیکن آج بھی اگر ایسے لوگ ہیں جن کو یقینی طور پر نائب رسول کہا جا سکتا ہے اگر یہ لوگ زکاۃ وصول کرنے والے کو بھیجیں تو انھیں کسی تردد کے بغیر زکاۃ دینا چاہیے کیونکہ ایک طرف جہاں ہم اپنی زکاۃ صحیح جگہ ادا کر رہے ہیں وہیں دوسری طرف دین کو نافذ کرنے کی کوشش کرنے والوں کی مدد کر رہے ہیں۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کمیشن پر زکاۃ وصول کرنے والے کی حیثیت اجرت پر کام کرنے والے کی ہے۔

اگر اس کی حیثیت اجرت پر کام کرنے والے مزدور کی طرح ہے تو چندہ ہونے سے پہلے اسی مال سے اجرت متعین کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ حدیث پاک میں ہے:

نَہٰی عَنْ قَفِیْزِ الطَّحَّانِ۔ (سنن بیہقی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسائی کی مزدوری میں پسا ہوا آٹا لینے سے منع فرمایا ہے۔

فقہا نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ کام کرانے والا کام سے پہلے مزدوری دینے پر قادر نہیں ہوتا ہے۔

چندہ کی وصولی کا معاملہ بھی یہی ہے کہ اس چندے کے پیسے پر ابھی قدرت نہیں ہے، اسی طرح چندہ کی مقدار اور وصولی کے دن مجہول ہونے کی وجہ سے بھی یہ مزدوری درست نہیں ہے۔

لیکن اس عہد کے علما نے کمیشن پر چندے کا عام رواج ہوجانے کی وجہ سے اسے جائز قرار دیا ہے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر چندہ نہ کیا جائے تو مدرسے بند ہوجائیں گے اور بغیر کمیشن کے کوئی شخص چندہ نہیں کرے گا، اس لیے کمیشن پر چندہ کرانا مدرسوں کی مجبوری بھی ہے جس کو فقہا کی اصطلاح میں حاجت کہتے ہیں گویا شرعی حاجت ثابت ہونے کی وجہ سے بھی کمیشن پر چندہ جائز ہے۔

ایک دوسری جہت سے بھی غور کیجیے تو اس کے جواز کی صورت نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ موجودہ زمانے میں تجارت کا بڑا حصہ کمیشن پر منحصر ہے، اس لیے تعامل یعنی خرید وفروخت کے معاملات میں کمیشن کا عام رواج ہونے کے سبب کمیشن پر زکاۃ کی وصولی بھی جائز ہونی چاہیے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کمیشن کی مقدار کیا ہو؟ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ یا تو اس کی حیثیت عامل کی ہے تو اسے بقدر کفایت دینا جائز ہے یا اس کی حیثیت اجرت پر کام کرنے والے کی ہے تو ایک عام مدرس یا غیر سرکاری کلرک کی یومیہ یا ماہانہ تنخواہ کے اعتبار سے متعین کیا جانا چاہیے، اسی لیے بعض مدرسوں میں یہ رواج ہے کہ جو مدرسین رمضان میں چندہ وصول کرتے ہیں انھیں رمضان کی تنخواہ ڈبل دی جاتی ہے، کیونکہ وہ چھٹی کے ایام میں کام کرتے ہیں، یہ اچھی صورت ہے۔

گویا کہ فقہ حنفی کے مطابق ہم کسی کو بھی بقدر کفایت سے زیادہ نہ دیں مگر کمیشن کی صورت میں بقدر کفایت کہنے سے مسئلہ واضح نہیں ہوتا، کیونکہ اگر کوئی شخص ایک کروڑ روپیہ چندہ کرتا ہے تو اگر اسے پانچ فیصد دیا جائے تو پانچ لاکھ بنتا ہے جو بقدر کفایت سے کہیں زیادہ ہے۔ دوسری جانب اگر کوئی پچاس ہزار چندہ کرتا ہے تو پانچ فیصد کے اعتبار سے پچیس سو بنتا ہے جو بقدر کفایت سے کافی کم ہے۔ اس مقام پر امام شافعی کی رائے قابل توجہ ہے کہ آپ نے عامل کا حصہ بقدر کفایت کی جگہ آٹھواں حصہ مقرر فرمایا ہے، یعنی ساڑھے بارہ فیصد۔

اگر فقہ حنفی اور شافعی دونوں کو سامنے رکھ کر عام محصلین کی اجرت بقدر کفایت اور جن محصلین کا چندہ لاکھوں میں ہو تو اس پر محصلین کی اجرت یا شرح کمیشن ساڑھے بارہ فیصد ہو تو یہ ایک بہتر شکل ہوسکتی ہے۔ اس سے نہ نظام زکاۃ کا مقصد فوت ہوگا اور نہ ہی محصلین کی دل شکنی ہوگی۔ یہ ایک ہماری حقیر تجویز ہے جس پر علما غور کر کے فیصلہ کر سکتے ہیں۔

لیکن آج لاکھوں لاکھ کے چندے میں بھی پچاس فی صد یا اس سے زائد کمیشن پر زکاۃ وصول کی جاتی ہے، جو نظام زکاۃ کے مقصد کو فوت کر رہا ہے، کیونکہ اس محصل کی تنخواہ عام دنوں میں بمشکل پانچ ہزار ہوتی ہے، اگر اس نے رمضان میں ایک لاکھ چندہ کر لیا تو کیا رمضان کی برکت سے اس کی تنخواہ پچاس ہزار ہوگئی۔ کیا زکاۃ کی رقم محصلین کے گھروں میں سنگ مرمر لگانے کے لیے ہے، یا اس کا مقصد غربا و مساکین کی کفالت اور دین کا فروغ ہے۔ بعض علما نے حاجت کی وجہ سے اس کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ جو ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

ان کی بات تسلیم بھی کر لی جائے تو میرا سوال یہ ہے کہ کیا

ایسے غیر دین دار مولویوں سے دین حاصل کیا جائے گا؟ جو اللہ پر بھروسہ نہیں رکھتے، اللہ کو یقینی طور پر رزاق نہیں مانتے کیا ایسے لوگ مدرسے میں پڑھانے کے اہل ہیں؟

یہاں ایک دوسرا سوال یہ بھی ہے کہ کیا ہر گاؤں میں زکاۃ کی رقم سے چلنے والے مدرسے کی ضرورت ہے؟ اگر نہیں! تو زکاۃ وصولی پر زندگی گزارنا اور کمیشن کے نام پر عیش پرستی کا سامان مہیا کیا جانا دین کی کون سی خدمت ہے؟ جس کو بنیاد بنا کر سیکڑوں داڑھی ٹوپی میں رہنے والے فساق وفجار نے ایک مشغلہ بنالیا ہے کہ کسی فرضی یا برائے نام مدرسے کے لیے سال میں ایک مہینے لاکھوں لاکھ کا چندہ کرتے ہیں اور پچاس سے ستر فی صد اپنی جیب میں ڈال کر باقی گیارہ مہینے دادعیش دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ بعض اتنے بے خوف ہوتے ہیں کہ حیلۂ شرعی سے پہلے ہی اپنا کمیشن الگ کر لیتے ہیں اور بعض تو مکمل خرچ کر دیتے ہیں اور آہستہ آہستہ سال بھر ادا کرتے رہتے ہیں

ایسے تمام لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے، کیونکہ یہ صریح خیانت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾ (انفال:۱۰)

اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

جب کہ امانت دار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

العَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالحَقِّ كَالغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ۔ (ترمذی، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: حق کے ساتھ صدقہ وصول کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے جب تک کہ وہ گھر نہ لوٹے۔

زکاۃ ادا کرنے والوں کو بھی ایسے خیانت دار لوگوں سے بچنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی زکاۃ ہی ادا نہ ہو۔

✲✲✲

شاہ صفی اکیڈمی الہ آباد کی فخریہ پیش کش

● علامہ قطب الدین دمشقی قدس اللہ سرہٗ کی مشہور متن تصوف

الرسالۃ المکیۃ

ترجمہ اور تحقیق وتخریج کے ساتھ جلد منظر عام پر

غلام مصطفی ازہری

طالب علم اور مؤلفۃ القلوب کو زکاۃ دینا کیسا ہے؟

فی سبیل اللہ سے مراد جہاد (Operation) ہے، اس لیے اس میں ہر وہ شخص شامل ہے جو حق کی سربلندی کے لیے جد و جہد اور کوشش میں لگا ہو۔

مذکورہ مصارف زکاۃ والی آیت کے تحت علامہ سید محمد طنطاوی اپنی مشہور تفسیر 'تفسیر وسیط' میں تحریر فرماتے ہیں:

''فی سبیل اللہ'' کی تفسیر میں علما کے مختلف اقوال ملتے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے: امام اعظم، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''فی سبیل اللہ'' کا حصہ غازیوں پر خرچ کیا جائے گا، کیونکہ عام طور پر ''فی سبیل اللہ'' کا استعمال غزوہ کے لیے کیا جاتا ہے اور قرآن میں بھی اسی معنی میں استعمال ہے۔

امام احمد نے فرمایا ہے کہ: ''فی سبیل اللہ'' کا حصہ حج پر جانے والوں کے لیے بھی خرچ کرنا جائز ہے۔ بعض علمانے کہا کہ ''فی سبیل اللہ'' کا حصہ طلبہ پر بھی خرچ کرنا جائز ہے۔

بعض لوگوں نے ''فی سبیل اللہ'' کی تفسیر میں ہر کار خیر پر خرچ کرنے کو شامل کیا ہے، جیسے مردے کو کفن دینا، پل اور پناہ گاہ تعمیر کروانا، مسجد بنانا وغیرہ۔

اگر 'فی سبیل اللہ' سے مراد جہاد ہے تو اس کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ جہاد اکبر: نفس اور شیطان سے اپنے آپ کو بچانا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مُجَاهَدَةُ الْعَبْدِ هَوَاهُ۔ (بیہقی فی الزہد، ج:۲، ص:۱۶۵)

جہاد اکبر یہ ہے کہ بندہ اپنی خواہشات سے جنگ کرے۔

اسی طرح آپ نے فرمایا: أَفْضَلُ الْجِهَادِ أَنْ يُجَاهِدَ الرَّجُلُ نَفْسَهُ وَهَوَاهُ۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۲، ص:۲۴۹)

ترجمہ: سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ بندہ اللہ کے لیے اپنے نفس اور خواہشات سے جنگ کرے۔

۲۔ جہاد کبیر، یعنی بندے کا مخالفین اسلام سے نظریاتی جنگ کرنا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿۵۲﴾ (فرقان)

آپ مخالفین اسلام سے قرآن کے ذریعے جہاد کریں۔ اس سے سمجھ میں آیا کہ نظریاتی جنگ یا علم و تحقیق کے ذریعے سے لڑی جانے والی جنگ جہاد کبیر کہلاتی ہے، کیوں کہ یہ آیت مکی ہے اور قتال کا حکم مدینے میں آیا، اسی لیے بعض علمانے کہا ہے کہ ہر طرح کے جہاد میں 'فی سبیل اللہ' کا حصہ خرچ کیا جائے گا۔

۳۔ جہاد اصغر: دین کی سربلندی کے لیے تن من دھن سب قربان کر دینا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ﴿۸۱﴾ (توبہ)

طالب علم کو زکاۃ دینا کیسا ہے؟

طلبہ تین طرح کے ہو سکتے ہیں:

۱۔ طلبہ غریب و ناتواں ہوں، ان کے سرپرست یا والدین بھی غریب ہوں اور انھیں خرچ کے لیے پیسے نہیں دیتے ہوں تو انھیں زکاۃ دینے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ انھیں دینا افضل ہے۔

۲۔ طلبہ غریب و ناتواں ہوں، لیکن سرپرست یا والدین مالدار ہوں تو ان پر ضروری ہے کہ ان کی کفالت کریں۔

ابن نجیم حنفی 'البحر الرائق' میں لکھتے ہیں:

مجتبیٰ میں ہے کہ بالغ اور تندرست شخص جب کمانے سے عاجز ہوتو اس کے اخراجات باپ کے ذمہ ہے، اسی طرح طالب علم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب وہ کمانے کی اہلیت نہ رکھتا ہوتو اس کے اخراجات باپ سے ساقط نہیں ہوں گے، جیسے کہ اپاہج اور بالغ لڑکیاں۔(ج:۴،ص:۲۲۸)

اگر والدین نہ دیتے ہوں یا اُن کے دینے سے اُن کی حاجت پوری نہ ہوتی ہوتو ایسے طالب علم کو زکاۃ دینا جائز ہے۔

۳۔اگر طالب علم مالدار ہوتو اس کو زکاۃ دینے کے سلسلے میں فقہا کا اختلاف ہے۔جمہور فقہا اس کو ناجائز بتاتے ہیں، جب کہ علامہ طحطاوی نے 'حاشیہ مراقی الفلاح' میں، صاحبان 'تنویر الابصار' 'درمختار' اور علامہ ابن عابدین شامی نے اس کے حاشیے میں اور شیخ زادہ نے 'مجمع الانہر' میں جواز کا قول کیا ہے۔

''درمختار'' میں ہے:

جامع الفتاویٰ اور مبسوط میں ہے کہ کسی مالک نصاب کو زکاۃ دینا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ طالب علم ہو، غازی ہو یا ایسا حاجی جس کا سامان سفر ختم ہو گیا ہو۔(ج:۷،ص:۲۱۱)

''مجمع الانہر'' اور ''ردالمحتار'' میں عامل کو زکاۃ دینے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ: ''وہ اپنے آپ کو زکاۃ کی وصولی کے لیے وقف کر دیتا ہے، اس لیے اس کی ضرورت کی کفالت زکاۃ کے مال سے کی جاتی ہے اور مالداری اس کو زکاۃ لینے سے نہیں روک سکتی۔''

اس کے بعد مذکور ہے کہ: اس استدلال سے ان بعض فتاویٰ کو تقویت ملتی ہے جن میں کہا گیا ہے کہ طالب علم کے لیے زکاۃ لینا جائز ہے، اگر چہ وہ مالدار ہو، جب کہ وہ علم سیکھنے اور سکھانے میں مشغول ہو جس کی وجہ سے وہ کمانے سے عاجز ہے، اس لیے کہ اس کی ضروریات کی کفالت کے لیے حاجت متحقق ہے، جیسے قاضی اور مفتی۔

اور اگر طالب علم مالدار ہے لیکن اپنی کفالت نہیں کر پا رہا ہے تو بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہیے، کیونکہ آج اگر کسی کے پاس پچاس ہزار روپے ہیں تو وہ صاحب نصاب ہے لیکن اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے کبھی کبھی یہ رقوم ناکافی ہو جاتی ہیں۔

اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن طلبہ کو مال زکاۃ دیا جا سکتا ہے وہ صرف علم دین حاصل کرنے والے ہی ہو سکتے ہیں یا عصری درسگاہوں کے طلبہ بھی ان میں شامل ہیں، اس تعلق سے علما کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

امت مسلمہ کو جو بھی مسلمان تقویت پہنچائے وہ اسلام کا مجاہد ہے، ایسے اشخاص کو مال زکاۃ دیا جا سکتا ہے۔امام غزالی نے ان تمام علوم کا سیکھنا فرض کفایہ قرار دیا ہے جن سے اسلام کو فائدہ پہنچے اور اسلامی معاشرے کی تعمیر و ترقی ہو سکے۔

امام محمد غزالی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:

ہماری اس بات پر کوئی تعجب نہ کرے کہ ہم نے طب اور حساب کو فرض کفایہ قرار دیا ہے، اس لیے کہ ضروری کارخانے بھی تو فرض کفایہ ہیں، جیسے کاشتکاری، کپڑے کی بنائی اور سیاست، بلکہ آپریشن کرنے والے ڈاکٹر اور سلائی کرنے والے بھی اسی میں شامل ہیں، کیوں کہ اگر کوئی شہر ڈاکٹر سے خالی ہوتو شہر والے بہت زیادہ پریشانی میں مبتلا ہوں گے، بلکہ ہلاک ہونے کا بھی امکان ہے، کیونکہ جس ذات نے بیماری اتاری ہے، اس نے دوا بھی بنائی ہے، استعمال کا طریقہ بھی بتایا ہے اور اس کے اسباب بھی مہیا کیے ہیں، اس لیے ان اسباب کو چھوڑ کر ہلاکت کا راستہ اختیار کرنا درست نہیں ہے۔(احیاء العلوم،ج:۱،ص:۱۶)

جن علوم کا سیکھنا فرض کفایہ ہے، اگر ضرورت بھر لوگ

سیکھنے والے نہ ہوں تو کیا طلبہ کی ایک جماعت کو تیار کر کے ان علوم کو سیکھنے پر آمادہ نہ کیا جائے؟ اور اگر ضرورت محسوس ہو تو ان پر زکاۃ کا مال خرچ نہ کیا جائے؟ آج دنیاوی علوم میں مسلمانوں کی پسماندگی سے علمی، فکری، سیاسی، سماجی اور دینی سطح پر جو نقصانات ہو رہے ہیں وہ سب پر ظاہر ہیں۔

غارم، مکاتب اور ابن سبیل

غارم: وہ قرض دار ہے جس کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے پیسے نہ ہوں یا اس کے پیسے لوگوں کے پاس ہوں اور وہ ان سے حاصل نہیں کر سکتا۔

مکاتب: وہ غلام ہے جسے اس کے آقا نے ایک متعین رقم ادا کرنے کے بعد آزاد کر دینے کا وعدہ کیا ہو۔

یہ صورت غلامی ختم ہو جانے کی وجہ سے مفقود ہے۔ لیکن موجودہ دور میں اغوا، دہشت گردی کے الزام میں قید کیے گئے افراد کو چھڑانے کے لیے زکاۃ کا مال استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ابن سبیل: وہ مسافر جس کا سامانِ سفر ختم ہو گیا اور منزل تک پہنچنے کے لیے وسائل مہیا نہ ہوں، اس کو اتنا دیا جائے کہ منزل تک پہنچنے کے لیے کافی ہو۔

ان تینوں قسموں کے لوگوں کو ایک خاص مجبوری کی وجہ سے مالِ زکاۃ دیا جاتا ہے، اس لیے انھیں اتنی ہی رقم دی جائے جس سے ان کی ضرورت پوری ہو جائے۔

مؤلفۃ القلوب

یہ وہ غیر مسلم ہیں جن کے ایمان کی امید میں یا ان کے شر سے بچنے کے لیے مال زکاۃ میں ان کا حصہ مقرر کیا گیا ہے، اسی طرح اگر وہ کمزور اعتقاد والا نو مسلم ہیں تو انھیں ایمان پر ثابت قدم رکھنے اور کبھی ان کے ذریعے دوسرے لوگوں کو ترغیب دینے کے لیے بھی زکاۃ کا مال دیا جاتا ہے۔

اس تعریف سے واضح ہو گیا کہ مؤلفۃ القلوب میں بعض کفار اور بعض مسلمان شامل ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ وہ کافر جس کے شر سے اسلام یا اہل اسلام کو نقصان پہنچے تو انھیں مال زکاۃ دے کر ان کے شر اور ان کی وجہ سے دوسروں کے شر سے بچا جا سکتا ہے۔

۲۔ وہ کافر جن کے اسلام لانے کی امید ہو تو اس کو بھی مالِ زکاۃ سے حصہ دینا درست ہے تاکہ اس کا نفس اسلام کی جانب مائل ہو، کیوں کہ اس طرح کا عمل خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ صفوان جو فتح مکہ میں مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے تھے پھر وہ مسلمانوں کے ساتھ ہو گئے تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ کو سو بکریاں دیں، پھر سو اور پھر سو۔ اس وقت صفوان نے کہا کہ:

واللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بہت عطا فرمایا۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند تھے لیکن انھوں نے مجھے اتنا مال دیا کہ وہ اب میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ بن گئے۔ (مسلم، باب: ما سئل رسول اللہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

اگر انسان دنیا کے لیے اسلام قبول کرے تو وہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوگا جب تک کہ اس کے نزدیک اسلام دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔ (ایضا)

مزید بیان کرتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے نام پر جو کچھ طلب کیا گیا آپ نے عطا فرمایا، چنانچہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اسے ڈھیر ساری بکریاں عطا کیں، جب وہ اپنی قوم کے پاس واپس

پہنچا تو اس نے کہا:

اے میری قوم! اسلام قبول کرلو، کیوں کہ محمد (ﷺ) اس قدر عطا کرتے ہیں کہ فاقہ کا خوف نہیں رہتا۔ (ایضا)

۳۔ وہ نومسلم جو کمزور ایمان والے ہیں انھیں زکاۃ دے کر ان کے ایمان کو تقویت پہنچانا مقصود ہو اور اس کی وجہ سے جہاد میں ان کے حصہ لینے کی امید ہو تو انھیں بھی زکاۃ دیا جائے گا، اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

يَا سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ، وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ، خَشْيَةَ أَنْ يَكُبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ۔ (بخاری، کتاب الایمان)

ترجمہ: اے سعد! میں کسی کو زکاۃ عطا کرتا ہوں، جب کہ اس کی جگہ دوسرا شخص مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہے، اس خوف سے کہ کہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں نہ بنالے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشیوں کو سو اونٹ عطا فرمائے اور کہا: إِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ۔

(بخاری، باب ما کان النبی یعطی المؤلفۃ قلوبہم)

ترجمہ: میں نے ایسے لوگوں کو زکاۃ دی ہے جو ابھی ابھی اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ سونا بھیجا جسے آپ نے چار لوگ اقرع بن حابس حنظلی، عیینہ بن بدر فرازی، علقمہ بن علاثہ عامری کے درمیان تقسیم کیا، پھر بنی کلاب اور بنی نبہان کے ایک ایک شخص کو دیا، یہ قریش اور انصار کو ناگوار گزرا، انھوں نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواہرات اہل نجد کو عطا فرما دیے اور ہمیں چھوڑ دیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنِّي إِنَّمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِأَتَأَلَّفَهُمْ۔ (مسلم، باب ذکر الخوارج)

ترجمہ: یہ میں نے ان کی دلجوئی کے لیے کیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا آج مؤلفۃ القلوب کو مال زکاۃ دیا جائے یا نہیں؟ اس مسئلے میں علما مختلف ہیں۔ اکثر احناف مصارف زکاۃ سے مؤلفۃ القلوب کو خارج مانتے ہیں۔ بعض احناف اجماع صحابہ اور حضرت معاذ کی حدیث سے اسے منسوخ قرار دیتے ہیں جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ:

فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: انھیں بتادو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں زکاۃ فرض کیا ہے جسے مالداروں سے لیا جائے گا اور فقرا پر خرچ کیا جائے گا۔

جب کہ بعض احناف علت نہ پائے جانے کی وجہ سے مؤلفۃ القلوب کو مصارف زکاۃ سے ساقط مانتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اجماع صحابہ سے کسی بھی آیت کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی مقید کیا جاسکتا ہے، ہاں! اس کی علت اور سبب نہ پائے جانے کی وجہ سے حکم کو ساقط مانا جاسکتا ہے لیکن جب بھی وہ علت پائی جائے گی تو اس حکم پر دوبارہ عمل کیا جائے گا۔

جن لوگوں نے حضرت عمر کے اس قول پر اجماع صحابہ کے ذریعے مؤلفۃ القلوب کو منسوخ قرار دیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ: مالِ زکاۃ رسول اللہ (ﷺ) تمھیں تالیف قلب کی خاطر دیتے تھے۔ آج اسلام غالب ہوگیا ہے اور اللہ نے اسے تم سے بے نیاز کردیا ہے، اگر تم اسلام پر باقی رہتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ تلوار کے ذریعے ہوگا۔

اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں کہ:

جن لوگوں نے قرآن کی کسی آیت کو اجماع کے ذریعے اس بنیاد پر نسخ کا قول کیا ہے کہ کتاب اللہ کی طرح اجماع بھی حجت قاطعہ ہے، یہ قول مذہب حنفی کے مطابق درست نہیں ہے۔

علامہ بابرتی اسی قول کی وضاحت میں علامہ علاؤالدین عبدالعزیز کا قول نقل کرتے ہیں کہ: ان کی تالیف قلوب سے مقصود دین کا اعزاز اور غلبہ تھا، کیوں کہ غلبۂ کفر کے زمانے میں اسلام کمزور تھا، اس وقت تالیف قلوب کے لیے عطا کرنے میں دین کا اعزاز تھا اور جب حال بدل گیا اور اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا تو اب دین کا اعزاز ان کو نہ دینے میں ہے اور اصل مقصود دین کا اعزاز ہے۔ وہ اپنے حال پر باقی ہے اور منسوخ نہیں ہے۔ (عنایہ شرح ہدایہ، ج:۳،ص:۱۹۱)

علمانے حدیث معاذ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں مصارف زکاۃ میں سے صرف فقرا کا ذکر ہے اور اس میں مؤلفۃ القلوب کا ذکر نہیں ہے جس سے بعض لوگوں کو وہم ہوا کہ یہ منسوخ ہے جب کہ آٹھ مصارف زکاۃ میں فقرا کے علاوہ باقی کسی کا ذکر نہیں ہے تو کیا سب کا حکم منسوخ ہوگا؟ یہ بات کسی نے نہیں کہی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج کی دنیا، خاص کر ہندوستان کے حالات رسول اللہ کے عہد سے مشابہ نہیں ہیں؟ جہاں غربت اور تنگدستی میں گھیرے ہوئے نٹ، آدی باسی اور دوسرے کمزور طبقے کے لوگ پیسے کی وجہ سے عیسائیت قبول کر رہے ہیں اور جہاں مسلمان دنیا کی لالچ میں بدعت کی راہ اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ ایسے مؤلفۃ القلوب کو زکاۃ دینا کیسا ہے؟

ایسی خبریں بھی ہیں کہ غریب اور محتاجی کی مار جھیلنے والے بعض مسلم خاندانوں نے بھی پیسے کی لالچ میں دوسرے مذاہب قبول کر لیے۔ اس کے تجربات بھی ہیں کہ غیر مسلموں کے ساتھ نرمی، رواداری، اور انفاق کی وجہ سے وہ اسلام و ایمان کی طرف مائل ہوتے ہیں اور دین حق قبول کرتے ہیں یہ صورت حال علمائے دین اور داعیان اسلام کی خصوصی توجہ چاہتی ہے، بلکہ اس پر نئے سرے سے غور کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

٭٭٭

ماہنامہ خضر راہ کے نئے قارئین کے لیے ایک خوشخبری

اگر آپ چاہتے ہیں کہ ’’خضر راہ‘‘ کے پرانے شمارے بھی مطالعہ کریں تو اب پریشان ہونے کی ضرورت نہیں،
شاہ صفی اکیڈمی کی جانب سے پیش کیا جا رہا ہے خوبصورت اور مضبوط جلدوں کے ساتھ

پرانے شماروں کا مجموعہ

آرڈر بک کرانے کے لیے رابطہ کریں:

ماہنامہ خضر راہ، جامعہ عارفیہ، سید سراواں، کوشامبی (الہ آباد) یوپی۔ پن کوڈ:212213

Mob: +91-7860604036 / +91-9312922953

ضیاء الرحمن علیمی

مالِ تجارت کی زکاۃ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (بقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔

حضرت حسن اور حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ یہ آیت کریمہ تجارت کے سلسلے میں ہے، جمہور مفسرین کا یہی موقف ہے، امام طبری بھی اسی طرف گئے ہیں اور امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی صحیح بخاری میں یہی قول ہے۔

(بخاری: کتاب الزکاۃ)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ (توبہ)

ترجمہ: ان کے مال سے زکاۃ لیجیے، تاکہ آپ انھیں طہارت وتزکیہ عطا کریں۔

اس آیت کریمہ میں لفظ مال مطلق ہے جو مال کی تمام قسموں کو عام ہے اور مال کی قسموں میں ایک قسم مال تجارت بھی ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِي نُعِدُّ لِلْبَيْعِ۔ (ابوداؤد، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو خرید و فروخت کے لیے رکھے ہوئے مال سے زکاۃ کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: وَأَدُّوْا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ۔ (ترمذی، ابواب السفر)

ترجمہ: اپنے مال کی زکاۃ نکالو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

فِي الْإِبِلِ صَدَقَتُهَا، وَفِي الْغَنَمِ صَدَقَتُهَا وَفِي الْبَقَرِ صَدَقَتُهَا وَفِي الْبَزِّ صَدَقَتُهُ۔ (سنن دارقطنی، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: اونٹ میں زکاۃ ہے، بکری میں زکاۃ ہے، گائے میں زکاۃ ہے اور کپڑے میں زکاۃ ہے۔

مال تجارت کی زکاۃ اور صحابہ کرام

مال تجارت میں زکاۃ کی فرضیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے، چنانچہ وہ صحابہ جن سے مال تجارت کے سلسلے میں زکاۃ کی فرضیت کا قول ملتا ہے، ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ان کے بیٹے عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں اور صحابہ سے کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس سے مال تجارت میں زکاۃ کی فرضیت کا انکار ہو، اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مال تجارت میں زکاۃ کی فرضیت پر صحابہ کرام کا اجماع تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْعُرُوضِ زَكَاةٌ إِلَّا مَا كَانَ لِلتِّجَارَةِ۔

(سنن بیہقی، باب زکاۃ التجارۃ)

ترجمہ: اسی سامان میں زکاۃ ہے جو تجارت کے لیے ہو۔

ابن حزم نے (المحلی، ج:۴، ص:۴۰ میں) اور امام نووی نے

(المجموع، ج:٦،ص:٥میں)اس حدیث کوصحیح قرار دیا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن القاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ زَمَانَ عُمَرَ ابْنِ خَطَّابٍ وَكَانَ إِذَاخَرَجَ الْعَطَاءَ جَمَعَ أَمْوَالَ التُّجَّارِثُمَّ حَبَسَهَاغَائِبَهَا وَشَاهَدَهَا ثُمَّ أَخَذَالزَّكَاةَ مِنْ شَاهِدِ الْمَالِ عَنِ الْغَائِبِ وَالشَّاهِدِ۔ (ابن حزم، المحلی ، ج:۴،ص:۴۰)

ترجمہ: میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بیت المال پر متعین تھا، چنانچہ جب عطیات ختم ہوجاتے تو حضرت عمر تاجروں کا موجود اور غیر موجود مال جوڑ کر موجود مال سے موجود اور غیر موجود مال کی زکاۃ لے لیتے۔

مذکورہ بالا آیات اوراحادیث کی روشنی میں فقہائے سبعہ، حضرت حسن، جابر بن زید، میمون، طاؤس، نخعی، ثوری، اوزاعی، شافعی، ابوعبید، اسحق اور تمام اہل علم کا یہی فیصلہ ہے کہ مال تجارت میں بھی زکاۃ فرض ہے۔

پہلی آیت کریمہ میں مَا كَسَبْتُمْ (تمہاری کمائی) کی تفسیر اوراس کے عام مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے اموال کے ساتھ مال تجارت کی زکاۃ نکالنے کا حکم فرمایا ہے۔ دوسری آیت میں لفظ مال عام ہے، جو مال کی تمام قسموں کو شامل ہے اوراس میں مال تجارت بھی ہے اوراس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جارہا ہے کہ مومنین کے مال سے زکاۃ لیں، اس طرح اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مال تجارت کی زکاۃ نکالنا بھی ضروری ہے۔

امام ترمذی کی روایت میں مومنین کو مال کی زکاۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور لفظ مال عام ہے جو مال تجارت کو بھی شامل ہے۔اس حدیث سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ مال تجارت کی زکاۃ نکالی جائے گی، دارقطنی اور حاکم کی حدیث میں وَفِي الْبَزِّ صَدَقَةٌ آیا ہے اور بز کپڑے کو کہتے ہیں عام حالت میں کپڑوں پر زکاۃ نہیں لیکن پھر بھی کپڑوں میں زکاۃ کی بات کہی جارہی ہے، اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ حکم اس کپڑے سے متعلق ہے جو تجارت کے لیے ہو، اس سے بھی مال تجارت میں زکاۃ کی فرضیت کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

مال تجارت کی تعریف

مال تجارت کسے کہتے ہیں؟ اس سلسلے میں فقہا فرماتے ہیں کہ: مال تجارت ہر وہ شئے ہے جس پر مال کا اطلاق ہو اور جو خرید وفروخت اور تجارت کی غرض سے نفع حاصل کرنے کے لیے رکھی گئی ہو۔اسی تعریف کی بنا پر فقہا نے جو چیز ذاتی استعمال کے لیے ہو اور جو تجارت کے لیے ہو، ان دونوں کے مابین فرق رکھا ہے۔ چنانچہ ہم سڑک سے گزر رہے ہیں، کوئی زمین مناسب معلوم ہوئی اس کی قیمت بھی مناسب تھی، ہم نے اسے خرید لیا اور گھریلو زمین میں اس کو شامل کردیا تو وہ مال تجارت نہیں، یوں ہی ضرورت کا سامان، مثلاً: سواری ہم نے ذاتی استعمال کے لیے خریدی، یہ بھی مال تجارت نہیں لیکن ان میں سے یا ان جیسی کوئی بھی چیز اگر ہم نے تجارت کی غرض سے خریدی اور مقصود ذاتی استعمال نہیں تھا تو یہ سامان تجارت میں شامل ہوجائے گا اور زکاۃ کی فرضیت اس پر ثابت ہوگی۔

مال تجارت کی قسمیں

مال تجارت کے تحت آنے والے اموال کی مختلف قسمیں ہیں:

۱۔کرنسی نوٹ یا سونے چاندی

۲۔گھر، زمین، جائداد

۳۔غلہ

۴۔آلات اور مشینیں

۵۔موٹر کار، مختلف قسم کی سواریاں
٦۔ ہر طرح کی معدنیات جیسے کوئلہ، تانبا وغیرہ۔
۷۔عمارتیں اور بلڈنگیں

مختلف قسم کے یہ اموال اگر گھریلو استعمال اور روزمرہ کی ضرورت کے لیے ہوں تو ان پر زکاۃ واجب نہیں اور اگر یہ سامان کرائے کے لیے ہو تو ان کے کرایے پر، نصاب پہنچنے اور سال گزرنے کی صورت میں ڈھائی فیصد زکاۃ واجب ہوگی، لیکن یہ ساری چیزیں اگر خالص تجارت کی غرض سے ہوں تو خود ان اموال کی مالیت پر ڈھائی فیصد زکاۃ واجب ہوگی۔

مال تجارت کی زکاۃ کیسے نکالیں؟

مال تجارت کی زکاۃ نکالنے کی آسان سی صورت یہ ہے کہ مال تجارت کے ساتھ جو بینک بیلنس ہو اس رقم کا حساب لگائے، پھر مال تجارت کے تحت آنے والے سارے مال کا، خواہ وہ اس کے پاس ہو یا مارکیٹ میں موجود ہو اور جس کے ملنے کی امید ہو، محتاط اندازہ لگائے اور اس کی قیمت نکالے اور پھر دونوں کی مجموعی رقم سے ڈھائی فیصد زکاۃ کی نیت سے الگ کردے، البتہ! جس مال کے ملنے کی امید نہ ہو، اس کو حساب میں جوڑنے کی ضرورت نہیں۔

سامان تجارت کی زکاۃ میں بہتر یہ ہے کہ نقدی کی صورت میں ادا کرے لیکن اگر سامان کی شکل میں ہے تب بھی درست ہے۔

آخری بات

آج اگر ہم اپنے معاشرے کی صورت حال کا جائزہ لیں تو یہ معلوم ہوگا کہ اولاً تو زکاۃ کی ادائیگی میں بہت زیادہ کوتاہی برتی جاتی ہے، لیکن جو لوگ زکاۃ ادا کرتے ہیں ان میں بھی ان لوگوں کی اکثریت ہے جو اپنے اس مال کی زکاۃ تو ادا کرتے ہیں جو اُن کے پاس بیلنس ہے اور تجارت کی غرض سے جو مال ان کے پاس اسٹاک ہے، اس کی زکاۃ نہیں ادا کرتے اور اس طرح زکاۃ نکالنے کے باوجود وہ زکاۃ نہ نکالنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔

اس لیے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مال تجارت کی زکاۃ نکالنے کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جائے، اس سلسلے میں بیداری پیدا کی جائے، مال تجارت میں زکاۃ کے مسائل سے لوگوں کو آشنا کرایا جائے اور نہ ادا کرنے کی صورت میں ہونے والے دردناک انجام سے ان کو آگاہ کرایا جائے، دوسری طرف خود اہل خیر حضرات کو بھی چاہیے کہ جس طرح وہ اپنے دوسرے مال کی زکاۃ نکالنے کا اہتمام کرتے ہیں اسی طرح مال تجارت کی زکاۃ نکالنے پر بھی دھیان دیں تاکہ ان کا پورا مال پاک ہوجائے اور عنداللہ اجروثواب کے مستحق ہوں اور اس کے غضب سے سلامت رہ سکیں اور انسانی برادری ان کے مال سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرسکے۔ اس طرح ہمارا تعلق اپنے رب سے بھی مضبوط ہوگا، اس کے بندوں سے بھی ہمارا رشتہ اللہ و رسول کی مرضی کے مطابق ہموار ہوسکے گا اور ایک ایسا سماج و معاشرہ وجود میں آسکے گا جس میں اللہ کے بندے خوشی خوشی زندگی گزار سکیں۔

☆☆☆

ماہنامہ خضر راہ الہ آباد کا
پانچ سالہ ممبر بنیں
صرف -/900 روپے میں

ذیشان احمد مصباحی

نظام زکاۃ کا سماجی پہلو

زکاۃ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔اس کا انکار کفر،اس کی ادائیگی واجب اور اس میں کوتاہی شریعت کی نگاہ میں جرم عظیم ہے۔ یہ ایک مالی عبادت ہے۔ اس کی بے شمار حکمتیں اور لاتعداد فوائد ہیں۔ یہ جہاں مال و دولت کی محبت کم کرنے اور زندگی برائے بندگی کا عادی بنانے کے لیے ہے وہیں معاشرے میں پھیلے حد سے زیادہ معاشی عدم توازن (Economical Imbalance) ختم کرنے، غربت وافلاس کا خاتمہ کرنے، دینی جہاد جاری رکھنے اور سماجی خوش حالی اور عوامی فلاح وبہبود کو قائم رکھنے کے لیے بھی ہے۔

آیات زکاۃ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

☆زکاۃ فقیروں کے لیے ہے

☆مسکینوں کے لیے ہے

☆زکاۃ وصول کرنے والوں کے لیے ہے

☆تبلیغ اسلام کی غرض سے کافروں یا نومسلموں کی دلداری کے لیے ہے۔

☆غلام کو آزاد کرانے کے لیے ہے

☆اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے ہے

☆مسافروں کے لیے ہے

اس کے بعد قرآن نے اسے من جانب اللہ فریضہ قرار دیا اور آخر میں اس کی لاتعداد حکمتوں اور برکتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ: اللہ بے شمار علم وحکمت والا ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۱۹﴾ (توبہ)

ایک موقع پر حضور (ﷺ) نے زکاۃ کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرمایا: زکاۃ دولت مندوں سے وصول کی جائے اور حاجت مندوں میں تقسیم کردی جائے۔ (بخاری، زکاۃ)

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری طور پر زکاۃ کا اول مقصد سماج سے غربت وافلاس کو دور کرنا ہے۔ سماج کا فقر وفاقے کی آگ میں جلتے رہنا کوئی اچھی بات نہیں۔ مفلسی کی آگ وہ آگ ہے جو بسا اوقات ایمان کی دولت کو بھی جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ یہ بات خود پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ والسلام نے کہی ہے کہ: كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا۔ فقر کفر کے قریب پہنچا دیتا ہے۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے جو مسند الشہاب، حلیۃ الاولیاء، شعب الایمان وغیرہ میں مذکور ہے۔ اسی مفہوم کی تائید میں ایک دوسری حدیث بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ۔

ترجمہ: یا اللہ! میں کفر اور فقر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

یہ حدیث، حسن کے درجے کی ہے اور اسے امام بخاری نے 'الادب المفرد' میں، بیہقی، نسائی اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں، ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں، امام احمد بن حنبل، بزار اور طیالسی نے اپنی مسانید میں اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں نقل کیا ہے۔

غربت (Poverty) موجودہ سائنسی ترقی یافتہ عہد کا بھی عظیم مسئلہ ہے۔ وکیپیڈیا کے مطابق دنیا کے دو بلین یعنی دو ارب بچوں میں سے ایک ارب بچے غربت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ۶۴ رکروڑ بچوں کے پاس سر چھپانے کی جگہ نہیں ہے۔ ۴۰ رکروڑ بچوں کو پینے کا صاف پانی اور ۲۷ رکروڑ کو طبی سہولیات میسر نہیں۔ ۲۰۰۳ میں روزانہ لگ بھگ ۲۹۰۰۰ ر بچے مر گئے جن کی عمر پانچ سال سے کم تھی۔ ہندوستان کی ۳۲.۷ فیصد آبادی ۱.۲۵ ر امریکی ڈالر یومیہ گزارا کرنے پر مجبور ہے۔ یعنی تقریباً چالیس کروڑ ہندوستانی عالمی خط افلاس سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں جب کہ ۶۸.۷ فی صد یعنی چوراسی کروڑ

دس لاکھ ہندوستانی ۲/امریکی ڈالر پر یومیہ گزارا کرتے ہیں۔
نیشنل کاؤنسل فار اپلائڈ اکونومک ریسرچ (NCAER) کی ایک سروے رپورٹ کے مطابق ہندوستان کے ایک تہائی مسلمان ۵۵۰/روپے ماہانہ پر گزارا کرتے ہیں۔
(ٹائمس آف انڈیا، ۲۸/مارچ ۲۰۱۰)

ورلڈ بینک کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا کے ایک تہائی غریب ترین افراد یعنی کل چالیس کروڑ مفلس لوگ ہندوستان میں بستے ہیں جن کا یومیہ گزارہ ۸۲/امریکی پیسے (تقریباً ۵۰/روپے) پر ہوتا ہے۔ (انڈین ایکسپریس، ۱۷/جون ۲۰۱۳)

اس فقر و فاقہ نے نہ صرف انسان کی نصف آبادی کو سماجی طور پر بے وقار بنا رکھا ہے بلکہ بسا اوقات انھیں یہ بے دینی اور تبدیلیٔ مذہب پر بھی مجبور کر دیتا ہے۔ یہ سب کچھ اس دور میں ہو رہا ہے جسے علمی، فکری، سائنسی، سماجی، سیاسی اور تہذیبی و ثقافتی عہد کی آخری چوٹی (Climax) سمجھا جا رہا ہے۔ اس سے ہٹ کر ۱۴/سو سال پیچھے انسانی دنیا کو اپنی نگاہوں کے سامنے لائیے۔ اس وقت سماجی و اقتصادی عدم توازن کو متوازن بنانے کے لیے اسلام نے زکاۃ کا جو عظیم نظام دیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں زکاۃ لینے والا تلاش کرنے سے نہیں ملتا۔

زکاۃ کے مستحقین میں پہلے فقرا اور مساکین کا ذکر ہے۔ فقیر یا مسکین کون ہے؟ اس سلسلے میں اہل علم کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔ فقہ حنفی کے معروف متن نور الایضاح میں اس کی جو تعریف کی گئی ہے اس کے مطابق فقیر وہ ہے جو نصاب سے کم دولت کا مالک ہو یا نصاب کا مالک تو ہو لیکن نصاب اس کی ضرورت کے لیے ناکافی ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، یعنی وہ فقیر سے بھی بدتر حالت میں ہو۔

اَلْفَقِیْرُ هُوَ الَّذِیْ یَمْلِكُ أَقَلَّ مِنَ النِّصَابِ، أَوْ یَمْلِكُهُ وَ هُوَ مُسْتَغْرِقٌ فِیْ حَاجَتِهٖ وَالْمِسْكِیْنُ وَهُوَ الَّذِیْ لَا یَمْلِكُ شَیْئًا فَهُوَ أَسْوَأُ حَالاً مِّنَ الْفَقِیْرِ. (کتاب الزکاۃ، مصرف الزکاۃ)

فقیر و مسکین کی اس تعریف کے مطابق یہ واضح ہوتا ہے کہ جس طرح سماج کے نہایت مفلس اور قلاش افراد زکاۃ کے مستحقین میں ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی زکاۃ کے مستحق ہیں جن کے پاس نصاب سے کم دولت ہو۔ واضح رہے کہ زکاۃ کے باب میں نصاب تقریباً ۵۹۵/گرام چاندی یا ۸۵/گرام سونا یا ان کی مالیت ہے۔ چاندی کے لحاظ سے نصاب کی مالیت موجودہ حساب سے تقریباً ۳۵۰۰۰/روپے ہوتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں اب مالک نصاب وہ شخص ہوگا جس کی ذاتی ضروریات سے زائد اس کے پاس ۳۵۰۰۰/روپے ایک سال تک موجود رہیں۔ اگر کسی کے پاس اس سے کم ہو، یا اتنا ہو مگر سال بھر تک نہ ہو، بلکہ اگر سال میں کسی وقت اس کے پاس اس سے زیادہ مالیت ہو لیکن وہ مالیت پورے سال تک نہ رہے تو ان تمام صورتوں میں وہ مالک نصاب نہیں ہوگا۔ شریعت کی اصطلاح میں فقیر کہلائے گا اور اسے زکاۃ کی رقم لینا درست ہوگا۔

غور کیجیے کہ شریعت اسلامیہ نے کن کن لوگوں کو زکاۃ کے مستحقین میں شمار کیا ہے اور نظام زکاۃ کے ذریعے وہ کس طرح مسلمانوں کے سماجی و معاشی پوزیشن کو بلند کرنا چاہتی ہے۔ اس نظام کو صحیح طور سے قائم کیا گیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد کی طرح مفلسی ایسے رخصت ہوگی کہ زکاۃ لینے والا کوئی نہیں ملے گا۔ اگر آج بھی زکاۃ کی تقسیم میں مفلسوں کے ساتھ ان کو بھی حقدار سمجھا جائے جو شریعت کی اصطلاح میں فقیر ہیں یعنی مالک نصاب نہیں ہیں تو مسلمانوں کی سماجی حالت کچھ اور ہی ہو جائے گی۔ آج کل زکاۃ دینے اور لینے دونوں تعلق سے بعض غلط فہمیوں نے مسلمانوں کو ایسا گھیر رکھا ہے کہ مسلمان سماجی بدحالی اور غربت کے دائرے سے نہیں نکل پا رہے ہیں اور نہ ہی صحیح طور پر دینی و رفاہی خدمات انجام دے پا رہے ہیں۔ زکاۃ دینے والوں کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دیکھیں کہ ان کے شہر اور بستی میں کچھ ایسے لوگ تو نہیں جو فقیر یا مسکین ہوں، بعض ایسی بیٹیاں تو نہیں جو

سامان جہیز نہ ہونے کے سبب شادی سے محروم ہوں، کچھ ایسے مریض تو نہیں جو اپنا علاج کرانے سے عاجز ہیں، کچھ ایسے مسلمان تو نہیں جو نیک ہیں مگر قرض کے بوجھ سے ان کی گردن ٹیڑھی ہو چکی ہے، خاندان، اقربا اور پاس پڑوس میں ایسے جوان تو نہیں جن کا کچھ مالی تعاون کر دیا جائے تو وہ برسر روزگار یا برسر تجارت ہو جائیں، کچھ نوجوان ایسے تو نہیں مفلسی جن کے تعلیمی سفر کو روک رہی ہو۔ اگر اس قسم کی کوئی صورت ہو تو سب سے پہلے زکاۃ کی رقم ان ضرورت مندوں کو دی جائے اور ان میں بھی شروعات اس سے کی جائے جو سب سے زیادہ قریبی ہو۔

دینی مدارس یقینی طور پر آج دینی تحفظ کے مضبوط قلعے ہیں۔ یہاں سے دین کے علمی مجاہدین پیدا ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے مدارس زکاۃ کا واقعی ایک اہم مصرف ہیں۔ لیکن دیگر مصارف اور مستحقین کو چھوڑ کر صرف مدارس کے چندہ کرنے والوں کو قطار میں لگا کر دس دس روپے تقسیم کرتے جانا کوئی دانش مندی نہیں ہے۔ یہاں ان لوگوں کے وہم کو بھی توڑنا ضروری ہے جو شریعت کی اصطلاح میں فقیر ہیں اور اگر خاندان کا کوئی شخص ان کی معاشی بدحالی کو دور کرنے کے لیے انھیں زکاۃ کی کچھ رقم دیتا ہے تو اسے وہ اپنی توہین سمجھتے ہوئے رد کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات وہ سود پر قرض لینا تو اپنے حق میں جائز سمجھتے ہیں لیکن مستحق زکاۃ ہوتے ہوئے بھی زکاۃ کی رقم قبول کرنا اپنے لیے توہین تصور کرتے ہیں۔ بعض افراد غلط فہمی کی ایسی تاریکی میں ہوتے ہیں جو یہ کہتے ہوئے بھی جھجھک محسوس نہیں کرتے کہ زکاۃ کھانے سے قلب سیاہ ہوتا ہے۔ ان سادہ دلوں کو کون سمجھائے کہ کیا وہ یہ سننا گوارا کریں گے کہ اسلام نے ایسا مالی نظام وضع کیا ہے جس سے دل سیاہ ہوتا ہے۔ ہاں! جو لوگ زکاۃ کے مستحق نہیں، اگر وہ زکاۃ کی رقم کھا جائیں تو یقینی طور پر ان کا قلب سیاہ اور ایمان کمزور ہو جائے گا۔

زکاۃ کی رقم کے اندر ان کا بھی حصہ ہے جو زکاۃ وصول کرنے پر مامور ہیں۔ اسی طرح تبلیغ اسلام کی غرض سے ان لوگوں کو بھی دینے کو کہا گیا ہے جن کو اگر کچھ دے دیا جائے تو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے رویے میں نرمی آنے کی امید ہو، یا انھیں دینے سے اس بات کی توقع ہو کہ وہ اسلام قبول کر سکتے ہیں یا اگر قبول کر چکے ہوں لیکن ان کا ایمان ابھی پختہ نہیں ہوا ہے تو وہ ارتداد کے عظیم بلا سے بچ سکتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زکاۃ کے اس مصرف کو موقوف فرما دیا تھا کیوں کہ ان کے مطابق یہ مصرف کفر کے بالمقابل اسلام کی پستی کے عہد کے لیے تھا اور عہد صدیقی میں اسلام سربلند ہو چکا تھا۔ عام طور پر آج بھی فتویٰ اسی پر دیا جاتا ہے، یہ اور بات ہے کہ بعض علما اس مسئلے پر غور کرتے رہے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں کہ اسلام کی جو صورت حال عہد صدیقی یا فاروقی میں تھی، اگر وہ صورت حال تبدیل ہو جائے تو حکم کیا ہوگا اور یہ کہ آج سماجی اور سیاسی سطح پر مسلمان غالب ہیں یا مغلوب؟

اسلام غلامی کو رفتہ رفتہ ختم کرنے آیا تھا اور بالآخر ختم کر کے چھوڑا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں روزے اور ظہار (بیوی سے علاحدگی کے لیے اسے ماں یا بہن کہنا) کے کفارے میں غلام آزاد کرنے کی بات کی ہے وہیں زکاۃ کے باب میں ایک مستقل مصرف زکاۃ کے طور پر غلاموں کی آزادی کو بھی شامل رکھا۔ اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ زکاۃ کے اندر انسانی عظمت کا تصور، اقتصادی مساوات کی فکر اور حریت آدمیت کا خیال کس قدر مستحکم ہے۔ آج غلاموں کی روایت ختم ہو گئی لیکن وہ ملازمین جن کی ضرورتیں ان کی قلیل تنخواہوں سے پوری نہیں ہو پاتیں اور وہ سماج میں ایک متوسط زندگی کے لطف سے محروم ہیں انھیں اگر زکاۃ دے کر خودکفیل کیا جائے یا ان کی انسانی سطح Human Status کو بلند کیا جائے تو انسانوں کو نام نہاد آزادی کے ساتھ حقیقی آزادی کی بہاریں بھی دیکھنے کو ملیں گی۔

ہم اپنے گاؤں اور شہر کا جب جائزہ لیتے ہیں تو ایسے مسلمان کثرت سے نظر آتے ہیں جو اپنے بوڑھے باپ کے علاج اور جوان بیٹی کی شادی کے لیے سود پر قرض لیتے ہیں اور

پھر سود ادا کرتے کرتے ان کے سر کے بال جھڑ جاتے ہیں، اگر زکاۃ ادا کرنے سے قبل ایسے ضرورت مندوں اور پریشاں حالوں پر بھی نظر ڈال لی جائے تو نہ صرف یہ کہ ہماری مالی عبادت صحیح طور سے ادا ہو جائے گی، بلکہ ہمارے مسلمان بھائی سماجی ذلت اور ذہنی اذیت سے بھی بچ جائیں گے۔

اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے زکاۃ صرف کرنے کی جو بات ہے اس حوالے سے امام غزالی کی ایک فکر ہمارے لیے نہایت بصیرت افروز ہے۔ انھوں نے زکاۃ دینے والے کے چند آداب لکھے ہیں۔ آٹھویں نمبر پر انھوں نے لکھا ہے کہ زکاۃ دینے کے لیے ایسے لوگوں کو تلاش کرے جن کو دینے سے زکاۃ خالص اور پاک ہو جائے۔ اس ضمن میں انھوں نے زکاۃ لینے والے کی چھ صفات لکھی ہیں۔ ان میں پہلی صفت تقویٰ ہے، دوسری صفت کے تعلق سے لکھتے ہیں: ''وہ شخص بطور خاص اہل علم میں سے ہو، کیوں کہ اس صورت میں علم پر اس کی اعانت ہوگی اور نیت درست ہو تو علم اشرف العبادات ہے۔ ابن مبارک خصوصیت کے ساتھ اہل علم کو ہی عطا فرماتے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ عطا کرنے میں سب کو عام کیوں نہیں رکھتے؟ تو فرمایا کہ میں مقام نبوت کے بعد علما کے مقام سے افضل کوئی اور مقام نہیں دیکھتا۔ اب اگر ان کا دل ان کی اپنی ضرورت میں اٹک کر رہ جائے تو وہ علم کے لیے مکمل آزاد نہیں ہو پائیں گے اور نہ تعلیم کے لیے ان کے پاس وقت بچے گا، اس لیے ان کو علم کے لیے فارغ البال کرنا افضل ہے۔''

واقعہ یہ ہے کہ دینی علم کا فروغ جہاد فی سبیل اللہ کے ہم معنی ہے۔ ویسے بھی قرآن میں صرف فِي سَبِيْلِ اللهِ کا لفظ آیا ہے اور فروغ علم دین سے بڑھ کر آج فِي سَبِيْلِ اللهِ اور کیا ہوگا اور اگر فِي سَبِيْلِ اللهِ سے جہاد ہی مراد لیا جائے تو دین کے لیے علمی و فکری جنگ پر بھی قرآن میں جہاد کا لفظ آیا ہے۔ ہجرت سے قبل یہ حکم آیا تھا کہ قرآن سے جہاد کبیر کیجیے۔ (وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا،فرقان:۵۲) جب کہ جہاد بمعنی قتال ہجرت کے بعد فرض ہوا تھا۔ ویسے بھی آج قتال کے بجائے پوری دنیا میں فکری جنگ لڑی جا رہی ہے۔ اب ایسے میں جو لوگ خود کو اپنے لیے اس کام کے لیے وقف کر دیں تو ان کی خانگی ضرورتوں کی تکمیل کرنے اور انھیں فارغ البال کرنے کے لیے زکاۃ کی رقم دی جانی ہی چاہیے تاکہ یہ لوگ کسب معاش میں اپنا وقت ضائع کیے بغیر پورا وقت خدمت دین اور اشاعت علم دین کے لیے وقف کر سکیں۔

زکاۃ کے مستحقین میں آخری نام مسافر کا ہے۔ جو مسافر سفر میں ہو اور وہ فقیر ہو یا شرعی اعتبار سے فقیر تو نہ ہو البتہ فی الحال وہ ضرورت مند ہو، وہ دیار غیر میں پھنس گیا ہو تو ایسے میں زکوۃ کی رقم سے حسب ضرورت اس کی مدد کی جائے گی۔

زکاۃ کے ان مستحقین پر غور کیجیے تو زکاۃ کی ایک حکمت عامہ یہ سمجھ میں آئے گی کہ زکاۃ خدمت خلق کا وسیلہ ہے۔ اسلام کے ارکان خمسہ کا جائزہ لیجیے تو معلوم ہوگا کہ اس کے سوا چاروں ارکان صرف اللہ کی عبادت ہیں جب کہ یہ رکن عبادت حق کے ساتھ خدمت خلق بھی ہے۔ غالباً اسلام کے اسی پہلو کو دیکھتے ہوئے اہل تصوف نے اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللهِ کے تصور پر یقین رکھتے ہوئے عبادت حق اور خدمت خلق کو اپنے مشن کی بنیاد قرار دیا اور وہ جہاں بھی گئے بندوں کو مولیٰ سے جوڑنے کے ساتھ ان کی دست گیری، عیادت و حال پرسی اور غربا پروری کا زبردست کارنامہ انجام دیا۔ آج مسلمانوں سے یہ باتیں رخصت ہو گئی ہیں۔ عبادت کا تصور بھی ہلکا ہوا ہے اور زکاۃ اور خدمت خلق کی فکر بھی کم ہوئی ہے۔ مسلمان غیروں سے احترام انسانیت اور خدمت خلق کے آداب سیکھنے پر مجبور ہیں۔ آج نظام زکاۃ کو صحیح طور پر برپا کرنے، اس کے سماجی پہلوؤں کو سمجھنے اور صوفیا کے تصور عبادت و خدمت کو از سر نو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سے مسلمانوں کو دین بھی ملے گا، ان کی مفلسی بھی مٹے گی اور انھیں دینی عزت اور روحانی طمانیت کے ساتھ سماجی وقار بھی حاصل ہوگا۔

☼☼☼

اشتیاق عالم مصباحی

کن کن چیزوں میں زکاۃ واجب ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۲۱۹ (بقرہ)

ترجمہ: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ تو آپ فرمادیں کہ ضرورت سے زائد جو کچھ ہو خرچ کرو۔ ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ صاف صاف احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم لوگ غور وفکر کرو۔

یہی وجہ ہے کہ اہل دل اپنی ضرورت سے زائد جو بھی مال ہوتا ہے وہ اللہ کی راہ میں قربان کردیتے ہیں لیکن شریعت نے زکاۃ فرض کیا ہے اور زکاۃ کی مقدار مختلف اموال میں الگ الگ ہے، مقدار زکاۃ سے زیادہ خرچ کرنا تقرب الٰہی کے لیے ہے۔

شریعت نے اموال زکاۃ کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر ایک کی مقدار الگ الگ متعین کی ہے جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جارہی ہے:

اموال زکاۃ

۱۔ نقدی مال (سونا، چاندی، کرنسی)

۲۔ سامان تجارت ۳۔ زرعی پیداوار

۴۔ مویشی ۵۔ معدنیات

● **نقدی مال:** مثلاً سونا چاندی، کرنسی اور اموال تجارت جن کی ترقی، حفاظت اور نشوونما کے لیے انسان کو دن رات محنت کرنی پڑتی ہے، قدم قدم پر چوری ڈاکے اور نقصان کا خطرہ رہتا ہے، اسی لیے شریعت نے زمین کی دوسری قسم سے بھی آدھی زکاۃ مقرر کی ہے، یعنی تمام کاروباری سرمایہ پر سال گزرنے کے بعد صرف ڈھائی فیصد زکاۃ فرض ہے۔

● **سونا چاندی:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا اور چاندی کی زکاۃ کے لیے جو نصاب مقرر فرمایا تھا اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ كُلِّ عِشْرِينَ دِينَارًا نِصْفَ دِينَارٍ، وَمِنَ الْأَرْبَعِينَ دِينَارًا دِينَارًا۔

(دارقطنی، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیس دینار میں نصف اور چالیس دینار میں ایک دینار بطور زکاۃ لیتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَيْسَ فِي تِسْعِينَ وَمِائَةِ دِرْهَمٍ زَكَاةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ صَاحِبُهَا، وَإِذَا تَمَّتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ۔ (دارقطنی، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: ایک سو نوے درہم میں کوئی زکاۃ نہیں مگر یہ کہ صاحب درہم اگر زکاۃ دینا چاہے (تو دے سکتا ہے) اور جب دو سو درہم پورے ہوجائیں تو اس میں پانچ درہم زکاۃ ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ''بیس دینار'' اور ''دو سو درہم'' کی مالیت پہ زکاۃ فرض ہے۔ سونے اور چاندی کے سکوں کا رواج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد رفتہ رفتہ ختم ہوگیا، اس لیے علما نے چاندی اور سونے کی اس مقدار (بیس دینار سونا یا دو سو درہم چاندی) کو ہر دور اور زمانے کے اعتبار سے اس کے اوزان متعین کیے ہیں۔ ماضی قریب میں علما نے بیس دینار سونے کا وزن ''ساڑھے سات تولہ'' اور دو سو درہم چاندی کا وزن ''ساڑھے باون تولہ'' مقرر کیا، اگر موجودہ دور میں تولہ کو گرام سے بدلا جائے تو سونے کا نصاب 87.48 گرام اور چاندی کا نصاب 612.36 گرام ہوگا۔

(شرح مسلم، کتاب الزکاۃ، غلام رسول سعیدی)

سونا، چاندی اور کرنسی کی قیمت چونکہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اس لیے زکاۃ دیتے وقت موجودہ قیمت کا اعتبار ہوگا، جیسے کہ: ہندوستان کے مشہور شہر ممبئی کی مارکیٹ کے حساب سے ۱۱ر جون ۲۰۱۳ کو 612.36 گرام چاندی کی قیمت 27,286.80 (ستائس ہزار دو سو چھیاسی روپے اسی پیسے) تھی، اسی طرح ساڑھے سات تولہ سونا یعنی 87.48 گرام کی قیمت 243,675.54 (دولاکھ تینتالیس ہزار چھ سو پچھتر روپے چوّن پیسے) تھی۔

بعض کے نزدیک چاندی کا نصاب 594.10 گرام اور سونے کا نصاب 85 گرام ہے۔

جب کہ مفتی نظام الدین رضوی صدر شعبہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی تحقیق کے مطابق چاندی کا نصاب 653.184 گرام اور سونا کا نصاب 93.312 گرام ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نقدی کے طور پر سونا، چاندی دینار و درہم کی شکل میں استعمال ہوا کرتے تھے، جب کہ موجودہ زمانے میں مختلف دھاتوں کے سکوں اور کاغذ کے نوٹوں کا رواج ہے، جو سونا چاندی کے قائم مقام ہیں، لہٰذا جب کسی شخص کے پاس دھات کے سکے یا کاغذ کے نوٹوں کی اتنی مقدار ہو جائے جس سے سونا یا چاندی کا نصاب پورا ہو جاتا ہو، اگر اس پر ایک سال گذر جائے تو بالاتفاق زکوۃ فرض ہے لیکن سونا چاندی میں سے ہر ایک اپنے نصاب سے کم ہو تو امام مالک، امام اوزاعی، سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک سونے کو چاندی سے ملا کر نصاب پورا ہونے کی صورت میں زکوۃ وصول کی جائے گی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ سونا اور چاندی دراصل ایک ہی جنس ہیں اور دونوں مل کر نقدی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

احناف کے نزدیک زکاۃ، صدقہ فطر، عشر، نذر اور کفارے میں قیمت ادا کرنی بھی کافی ہے، کیونکہ زکاۃ کا مقصود فقرا کی ضروریات پوری کرنا ہے اور یہ قیمت کے ذریعے زیادہ صحیح اور آسانی کے ساتھ حاصل ہو سکتی ہے۔

● **زیورات:** احناف کے نزدیک عورت کے زیورات بھی اموال زکوۃ میں داخل ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون اپنی بچی کو لے کر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ:

أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هَذَا؟ قَالَتْ: لَا. قَالَ: أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟

ترجمہ: کیا تم اس کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں، آپ (ﷺ) نے فرمایا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ ان دونوں کنگن کے بدلے قیامت میں آگ کے کنگن پہنائے؟

راوی بیان کرتے ہیں:

فَخَلَعَتْهُمَا، فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَتْ: هُمَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ. (ابوداود، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: اس خاتون نے دونوں کنگن اتار کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیے اور عرض کیا: یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

● **سامان تجارت میں زکوۃ**

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (معارج)

ترجمہ: جن کے اموال میں سائل اور محتاج کے لیے متعین حق ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ

نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِی نُعِدُّ لِلْبَیْعِ۔ (ابوداؤد، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ:حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ان اشیا کی زکاۃ نکالنے کا حکم فرماتے تھے جو فروخت کے لیے ہوں۔

سونے چاندی کی طرح مال تجارت میں بھی ڈھائی فیصد زکوۃ ہے، اگر مال تجارت چاندی کے نصاب سے کم ہو اور کچھ سونا، چاندی ہو اور سب کو ملانے سے اگر چاندی کے نصاب یعنی ستائیس ہزار دو سو چھیاسی یا دوسرے قول کے مطابق چھبیس ہزار چار سو تہتر روپے کی ملکیت حاصل ہو جائے۔تو زکوۃ ادا کرنا واجب ہے۔سامان کی صورت میں بھی زکوۃ کی ادائیگی ہوسکتی ہے ہاں اگر قیمت کے ذریعے ادا کرنا چاہتا ہے تو اتنی قیمت ادا کرے کہ اس سے سامان تجارت کی وہی ڈھائی فیصد مقدار اسی قیمت سے خریدی جا سکے۔مثلاً ایک کیونٹل گیہوں زکوۃ میں نکالنا ہو اور جس روز زکوۃ واجب ہوئی اس کی قیمت پانچ سو روپے تھی مگر ادا کرنے میں تاخیر ہوئی اور زکوۃ ادا کرتے وقت اس کی قیمت بڑھ کر ایک ہزار روپے ہو گئی تو اب ایک ہزار روپے زکوۃ میں ادا کرنے ہوں گے۔

●زرعی پیداوار: زمین کی پیدوار کو شریعت نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔وہ پیداوار جو بارش کے پانی سے ہوئی ہو،اس پیداوار میں سے دس فیصد زکاۃ فرض ہے۔

۲۔وہ پیداوار جو بارش کے بجائے سینچائی سے ہوئی ہو اس پیداوار میں سے پانچ فیصد زکاۃ فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ...۲۶۷(بقرہ)

ترجمہ:اے ایمان والو!اپنی کمائی اور جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے ان میں سے بہتر حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

وَاٰتُوْا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ...۱۴۱(انعام)

ترجمہ:کھیتی کٹنے کے دن اللہ کا حق یعنی زکاۃ ادا کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فِیمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالعُیُونُ أَوْ کَانَ عَثَرِیًّا العُشْرُ، وَمَا سُقِیَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ العُشْرِ۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ:بارش اور چشمہ کے پانی سے سیراب ہونے والی کھیتی میں دس فیصد اور سیراب کی جانے والی کھیتی یعنی مالک زمین اپنی محنت سے سینچائی کرے تو پانچ فیصد زکاۃ واجب ہے۔

عشر میں ایک پہلو زمینی ٹیکس کا بھی ہے، اس لیے عشر نابالغ اور مجنون کی زمین کی پیداوار میں بھی واجب ہے۔عشر کا وجوب زمین کی پیداوار پر ہے، اگر کھیتی نہ کی جائے یا کھیتی کی مگر پیداوار نہ ہو تو اس پر کوئی زکاۃ نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک زمین کی ایسی تمام پیداوار میں زکاۃ واجب ہے جو خودرو نہ ہوں، بلکہ اس کی کھیتی کی جاتی ہو، خواہ وہ کھانے کے سامان ہوں،مثلاً: اناج یا کسی اور استعمال کے لیے ہوں،خواہ کم ہوں یا زیادہ، لہٰذا گھاس، بانس اور لکڑی جو عام طور سے خود اُگ آتے ہیں ان میں زکاۃ نہیں لیکن اگر ان کی بھی باضابطہ کاشت کی جائے تو زکاۃ واجب ہوگی۔گلاب کے پھول، روئی اور وہ درخت جن سے عطر و خوشبو حاصل کی جاتی ہے ان میں بھی زکاۃ واجب ہے۔

عام طور سے لوگ گیہوں اور دھان کی زکاۃ نکال کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے زکاۃ ادا کردیا، جب کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین کی ہر پیداوار میں زکاۃ واجب ہے، خواہ غلہ ہو، سبزی ہو، پھل ہو اور ہر اس چیز پر زکاۃ واجب ہے جو کسی مقصد کے لیے اُگائی جائے،مثلا: پھول وغیرہ امام اعظم کے برخلاف تمام فقہا، بلکہ خود احناف میں

امام محمد اور امام ابو یوسف کے یہاں بھی سبزیوں، پھلوں اور جلد خراب ہو جانے والی چیزوں میں زکاۃ واجب نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں سب کی اپنی اپنی دلیلیں ہیں، کس کی دلیل قوی اور کس کی کمزور ہے ہمیں اس سے بحث نہیں کرنی ہے لیکن اتنی بات ضرور عرض کر دوں کہ احتیاط زکاۃ ادا کرنے میں ہے نہ کہ نہ ادا کرنے میں۔

● مویشی

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں زکاۃ کے لیے تین طرح کے جانوروں کا ذکر ہے:

۱۔اونٹ ۲۔گائے، بھینس بھی گائے کے حکم میں ہے

۳۔بھیڑ اور بکری

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: خُذِ الْحَبَّ مِنَ الْحَبِّ، وَالشَّاةَ مِنَ الْغَنَمِ، وَالْبَعِيرَ مِنَ الْإِبِلِ، وَالْبَقَرَةَ مِنَ الْبَقَرِ۔ (ابوداؤد، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا: غلے سے غلہ لو، بکریوں میں بکری، اونٹ میں اونٹ اور گائے میں گائے۔

وہ جانور جن سے مقصود دودھ اور افزائش نسل ہو اور جو جانور سال کا اکثر حصہ عام چراگاہوں اور کھلے میدانوں میں چر کر گزارتا ہو ان میں زکاۃ واجب ہے، ایسے جانور جو بوجھ ڈھونے کے لیے ہوں یا جن سے گوشت حاصل کیا جاتا ہو ان پر زکاۃ واجب نہیں ہے۔

آج کل اکثر مقامات پر مچھلی پالی جاتی ہے اور فروخت کی جاتی ہے، اسی طرح سے جانوروں کی خرید و فروخت ہوتی ہے، یہ سب اموال تجارت ہیں ان میں ڈھائی فیصد زکاۃ نکالی جائے گی۔

ڈیری: جہاں جانوروں کی ایک لمبی قطار ہوتی ہے اور دودھ کا کاروبار ہوتا ہے، ان جانوروں میں کوئی زکوۃ نہیں ہے، کیونکہ یہ جانور عام چراگاہوں میں نہیں چرتے بلکہ مالک کو خود چارا کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ ہاں! ان کے دودھ سے حاصل ہونے والی قیمت اگر چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہے۔

معدنیات (رکاز اور معادن)

معدنیات: جیسے سونا چاندی، تیل، قدرتی گیس، نمک، کوئلہ، تانبہ وغیرہ، جن کے حصول میں لوگوں کو بہت زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی، چونکہ یہ محض اللہ کا عطیہ ہوتا ہے، اس لیے معدنیات پر بیس فیصد بطور زکوۃ فرض ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: جب کسی کا جانور کھل جائے اور کسی دوسرے شخص کا نقصان کر دے تو وہ معاف ہے، اگر کوئی کنواں کھدوائے اور کوئی شخص گر جائے تو معاف ہے، اگر کسی سے اجرت پر کان کھدوائے اور وہ اس کی وجہ سے مارا جائے تو معاف ہے اور رکاز میں خمس ہے۔

حدیث میں رکاز اور معادن دونوں لفظ ملتے ہیں۔ رکاز سے مراد زمانۂ اسلام سے قبل لوگوں کے دفن کی ہوئی چیزیں ہیں۔

معادن سے مراد وہ دھاتیں ہیں جو بندوں کی ملکیت میں نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں پیدا کردہ ہوں جیسے سونا، چاندی، تیل، قدرتی گیس، نمک، کوئلہ، لوہا، سیسہ، تانبہ، پیتل وغیرہ۔

احناف اور اکثر فقہا کی رائے ہے کہ ان سب میں بیس فیصد زکاۃ فرض ہے۔

✲✲✲

فیضان عزیزی

زکاۃ کے مقاصد

ایمان کے بعد پہلا فرض نماز اور دوسرا فرض زکاۃ ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد جب چند شرپسندوں نے زکاۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو تمام صحابہ کرام نے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں منکرین زکاۃ کے خلاف قتال فرمایا۔

جس کی تائید اس حدیث پاک سے ہوتی ہے:

وَاللہِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ۔

(بخاری، وجوب الزکاۃ)

ترجمہ: واللہ! جو شخص نماز اور زکاۃ میں فرق کرے گا میں اُس سے ضرور جنگ کروں گا۔

اسلام میں زکاۃ کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی ہے؟ اس کے مقاصد کیا ہیں؟ اس سلسلے میں غور وفکر کرنے کے بعد زکاۃ کے یہ چند مقاصد اُبھر کر سامنے آتے ہیں:

ا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کرنا

اس لیے کہ اللہ ہی نے ہم سب کو پیدا کیا ہے، ہم سب کو ہر لمحہ رزق بھی وہی عطا فرماتا رہتا ہے اور زکاۃ ادا کرنے کا حکم بھی اسی کا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿۴۱﴾ (حج)

ترجمہ: یہ اہل حق وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم اُنھیں زمین میں اقتدار دے دیں تو وہ نماز قائم کریں، زکاۃ ادا کریں، لوگوں کو بھلائی کا حکم دیں، انھیں برائی سے روکیں اور ہر کام کا انجام دینا اللہ ہی کے لیے ہے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ...﴿۴۳﴾ (بقرہ)

ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

اس آیت کریمہ میں نماز کے ساتھ ساتھ زکاۃ کا بھی حکم دیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ نماز کے ساتھ زکاۃ بھی ایک فرض عبادت ہے، جس طرح نماز کی فرضیت کا انکار ہمیشہ کے لیے عذاب الٰہی کا سبب ہے وہیں زکاۃ نہ ادا کرنا بھی جہنم میں جانے کا سبب ہے۔ ساتھ ہی جس طرح نماز نہ ادا کرنے سے ایمان کی بنیاد کمزور ہوتی ہے اسی طرح زکاۃ نہ ادا کرنے سے بھی ایمان میں کمزوری آتی ہے، مگر افسوس کہ آج ہم ان تمام حقائق کو جاننے کے باوجود زکاۃ کی ادائیگی سے غافل ہوتے جارہے ہیں جو ہمارے لیے دین ودنیا دونوں میں سخت نقصان دہ اور ناکامی کا سبب ہے۔

اللہ کی معرفت اور اس کی رضا حاصل کرنے کا شوق بھی ہمارے دلوں میں نہیں رہا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اللہ ورسول کی محبت کے بجائے دنیا کے مال ومتاع کو زیادہ اہمیت دینے میں مشغول ہیں۔

مزید یہ کہ ہم زبانی طور پر تو اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق ومالک مانتے ہیں مگر اس پر ایمان کامل نہیں رکھتے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ زکاۃ فرض ہونے کے باوجود مال میں کمی کے خوف سے اس کو ادا نہیں کرپاتے، جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے

فرماتا ہے :وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ وَ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ﴿۳۹﴾(سبا)

ترجمہ: جو کچھ تم خرچ کروگے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اور دے گا اور وہ بہتر رزق دینے والا ہے۔

۲۔اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا

چنانچہ جب ہم زکاۃ ادا کریں تو ہماری نیت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہونی چاہیے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴿۹﴾(دہر)

ترجمہ: ہم تو محض اللہ کی رضا کے لیے تمھیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے طلب گار ہیں اور نہ شکر گزاری کے خواہش مند۔

۳۔اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کا اظہار کرنا

یہ اسی وقت ممکن ہے، جب کہ اپنے باطن کو غیر اللہ کی محبت سے پاک وصاف رکھا جائے، چاہے وہ مال کی محبت ہو، یا اولاد کی محبت، کیونکہ ان دونوں کی محبت میں گرفتار ہو کر لوگ بسا اوقات اپنے مالک حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں، اسی لیے ان دونوں کو فتنہ یعنی آزمائش سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ...﴿۱۵﴾(تغابن)

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں۔

اور یہ بھی سچ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی بھی بندے کے سینے میں دو دل نہیں رکھے کہ اس کے اندر دو چیزوں کی محبت ایک ساتھ رہ سکے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ...﴿۴﴾(احزاب)

ترجمہ: اللہ نے کسی آدمی کے لیے اس کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے۔

۴۔مال کو پاک وصاف کرنا

بندہ جب اپنی محبوب چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو اُس عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ بندے کے مال کو ہر اعتبار سے پاک وصاف فرما دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَیْهِمْ...﴿۱۰۳﴾(توبہ)

ترجمہ: آپ ان کے اموال میں سے زکاۃ وصول کیجئے، تاکہ آپ اس کے ذریعے اُنھیں گناہوں سے پاک فرما دیں اور ان کے حق میں دعا فرمائیں۔

۵۔بخل ولالچ اور شر سے نکل کر خیر کی طرف آنا

اس تعلق سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ...﴿۱۸۰﴾(آل عمران)

ترجمہ: جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا وہ یہ گمان نہ کریں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے بلکہ یہ ان کے لیے برا ہے، وہ مال قیامت کے دن ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا۔

مزید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ﴿۳۸﴾(محمد)

ترجمہ: یاد رکھو تم وہ لوگ ہو جنھیں اللہ کی راہ میں خرچ

کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو کوئی بھی بخل کرتا ہے وہ محض اپنی جان پر ہی بخل کرتا ہے، اللہ غنی ہے اور تم سب فقیر ہو، اگر تم نافرمانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے نہ ہوں گے۔

۶۔دردناک عذاب سے اپنے آپ کو بچانا

اس سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿۳۵﴾ (توبہ)

ترجمہ: جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں، انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو جس روز آتش جہنم سے وہ تپائے جائیں گے اور ان سے ان کی پیشانیاں، کروٹیں اور پشتیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا) یہ وہ مال ہے جو تم نے اپنے نفس کے لیے جمع کیا تھا۔

۷۔فلاح وکامیابی حاصل کرنا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ﴿۴﴾ (مومنون)

ترجمہ: وہی لوگ کامیاب ہیں جو زکاۃ ادا کرتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ﴿۹۲﴾ (آل عمران)

ترجمہ: تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم اللہ کی راہ میں اپنی محبوب چیزوں میں سے کچھ خرچ نہ کرو۔

۸۔کمال تقویٰ کا حصول

ہم میں بہت سے افراد ایسے ہیں جو اپنے گمان میں متقی و پرہیزگار ہیں مگر اللہ کی دی ہوئی روزی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَوٰةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۳﴾ (بقرہ)

ترجمہ: متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے انھیں دیا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ زکاۃ وصدقات دینے سے تقویٰ کا حصول ہوتا ہے اور دل سے گندگی دور ہوتی ہے۔

۹۔یتیم ومسکین کی کفالت کے اسباب مہیا کرنا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ﴿۲﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿۳﴾ (ماعون)

ترجمہ: تم نے اسے دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے تو وہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دلاتا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿۴۴﴾ (مدثر)

ترجمہ: جنتی؛ جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ کون سی چیز تمھیں دوزخ میں لے گئی؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم نماز ادا نہیں کرتے تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

مزید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ﴿۶﴾ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿۷﴾

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾ (زلزلہ)

ترجمہ: اس روز لوگ مختلف جماعتوں کی شکل میں لوٹیں گے تاکہ انھیں ان کے اعمال دکھا دیے جائیں، پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

مزید اللہ کا ارشاد ہے کہ: وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی ﴿۸﴾ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ﴿۹﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ﴿۱۰﴾ وَ مَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ﴿۱۱﴾ (لیل)

ترجمہ: جو بخیلی اور لاپروائی کرے گا اور اچھی باتوں کو جھٹلائے گا تو ہم بھی اس کے لیے تنگی اور مشکل کے سامان پیدا کردیں گے اور وہ مال اسے جہنم میں اوندھا گرتے وقت کچھ کام نہ آئے گا۔

۱۰۔ مال جمع کرنے سے پرہیز کرنا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ﴿۲﴾ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾ كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ﴿۴﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿۶﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَةِ ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ (ہمزہ)

ترجمہ: خرابی اور تباہی اس شخص کے لیے ہے جو مال جمع کرتا ہے اور اسے گن گن کر رکھتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی دولت اسے ہمیشہ زندہ رکھے گی، ہرگز نہیں! وہ یقیناً جلا کر راکھ کردینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا اور آپ کیا سمجھتے ہیں کہ حطمہ (جلا کر راکھ کردینے والی آگ) کیا ہے؟ یہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر سختی کے ساتھ چڑھ جائے گی، بے شک وہ آگ انھیں ہر طرف سے گھیر لے گی۔

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے کہ: اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿۱﴾ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿۲﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ﴿۸﴾ (تکاثر)

یعنی تمھیں مال کی زیادتی کی طلب اور مال پر فخر نے آخرت سے غافل کردیا یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔ مال جمع کرتے رہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بھاگتے رہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ مال و دولت تمہارے کچھ کام آئیں گے؟ ہرگز نہیں! بہت جلد تم اس حقیقت کو جان لو گے، پھر تمھیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ یہ مال ہرگز تمہارے کام آنے والے نہیں! بہت جلد تمھیں اپنا انجام معلوم ہوجائے گا۔

کاش! تم مال و زر کی ہوس اور اپنی غفلت کے انجام کو یقینی طور پر جانتے تو دنیا میں گھل مل کر آخرت کو اس طرح نہ بھولتے۔ تم اپنی لالچ کے نتیجے میں دوزخ کو ضرور دیکھ کر رہو گے، پھر تم یقیناً دیکھ لو گے، پھر اس دن تم سے اللہ کی نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے انھیں کہاں کہاں اور کیسے کیسے خرچ کیا تھا؟

کیا اس کے باوجود ہمارے دل میں اللہ کا خوف پیدا نہ ہوگا؟ اور ہم زکاۃ و خیرات ادا کرنے پر آمادہ نہ ہوں گے؟

جب کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی ﴿۱۴﴾ لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَی ﴿۱۵﴾ الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ﴿۱۶﴾ وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ﴿۱۷﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی ﴿۱۸﴾ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ﴿۲۰﴾ وَ لَسَوْفَ یَرْضٰی ﴿۲۱﴾ (لیل)

ترجمہ: میں نے تمھیں بھڑکتی ہوئی آگ کا خوف دلایا ہے۔ اس میں اس بدبخت کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا جس نے دین حق کو جھٹلایا اور اطاعت سے منہ پھیر لیا۔ اس آگ سے

ایسے متقی و پرہیزگار کو بچا لیا جائے گا جو اپنا مال اللہ کی راہ میں دیتا ہے، تاکہ وہ اپنے جان و مال کی پاکیزگی حاصل کرے، اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں کہ اس کا وہ بدلہ دے رہا ہو، ہاں! وہ صرف اپنے رب عظیم کی رضا کے لیے اپنا مال خرچ کر رہا ہے اور بہت جلد وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے راضی ہو جائے گا۔

۱۱۔امیر وغریب کے درمیان مال کی صحیح تقسیم

آج پوری دنیا اس کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ نظام معاش بہتر ہو جائے مگر کامیابی میسر نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ؕ (حشر)

یعنی یہ نظام تقسیم اس لیے ہے تاکہ سارا مال صرف مالداروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: مالداروں سے زکاۃ لو اور محتاجوں میں تقسیم کرو۔

زکاۃ دراصل وہ نظام ہے جس کے ذریعے معاشیات کو ایک مضبوط بنیاد فراہم کیا گیا ہے، اسلام ایسا نظام معاش قائم کرتا ہے جس سے قومی سرمایہ اوپر ہی اوپر نہ گھومتا رہے، کیونکہ قومی سرمایہ کی حیثیت تمام لوگوں کے لیے ایسی ہے جیسے جسم کے لیے خون کی، اگر خون بعض حصوں کو پہنچے اور بعض حصے محروم رہ جائیں تو وہ مفلوج ہو جائیں گے، یوں ہی قومی دولت اگر اوپر ہی اوپر چند طبقات میں گردش کرتی رہی تو قوم کی اکثریت ناکارہ اور بیکار ہو کر رہ جائے گی۔

جس طرح جسم کا مفلوج حصہ بیکار ہوتا ہے اور جسم پر بوجھ بن جاتا ہے، اسی طرح جب عوام پر قومی سرمایہ خرچ نہ ہوگا تو یہ بے زبان اکثریت معاشرے کے لیے وبال جان بن جائے گی، لہٰذا معاشرے کی خیریت اسی میں ہے کہ قومی دولت کی تقسیم برابری کے ساتھ کی جائے تاکہ معاشرے کے ہر فرد کی ضروریات پوری ہوتی رہیں اور یہ دنیا کسی کے لیے جنت اور کسی کے لیے جہنم نہ بن جائے۔

✲✲✲

حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی قدس اللہ سرہٗ (۹۲۲ھ) کے قلم سے

اس متن تصوف کی عالمانہ و عارفانہ شرح

مجمع السلوک

جو شریعت و طریقت کا انسائیکلوپیڈیا اور سالکین و طالبین کے لیے دستور العمل ہے۔

حضرت مولانا ضیاء الرحمن علیمی نے اس کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ مکمل کر لیا ہے جو اب نظر ثانی کے مرحلے میں ہے۔

تحقیق و تخریج کے ساتھ بہت جلد اشاعت پذیر ہو رہی ہے۔ (ان شاء اللہ)

جہاں گیر حسن مصباحی

صدقۂ فطر اور ہمارا عمل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ (اعلیٰ)

بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے اپنا تزکیہ کیا۔

اس آیت مقدسہ میں نفس کو پاک کرنے کی بات کہی گئی ہے اور نفس اسی صورت میں پاک ہوگا جب اس کے اندر سے مال کی محبت نکل جائے گی، کیونکہ مال کی محبت انسان کو متکبر، گھمنڈی، حریص، بخیل اور نہ جانے کیا کیا بنادیتی ہے، چنانچہ زکاۃ اور صدقۂ فطر ادا کرکے انسان اپنے دل سے مال کی محبت نکال سکتا ہے اور پھر اس کے بعد اس کے دل میں اللہ کی محبت داخل ہوگی جو اسے دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کے لیے کافی ہے۔

جس طرح زکاۃ کا مقصد غربا و مساکین کی مدد اور انھیں خوشحال بنانا ہے اسی طرح صدقۂ فطر کا مقصد بھی غربا و مساکین کو خوشی دینا اور انھیں احساس کمتری کے دلدل سے باہر نکالنا ہے، تاکہ جب لوگ عید کی خوشی میں مشغول ہوں تو انھیں یہ احساس نہ ہو کہ مال و دولت والے تو خوشی منا رہے ہیں، ہم کیسے خوشی منائیں، اسی لیے صدقۂ فطر واجب کیا گیا ہے، تاکہ وہ بھی عید کی خوشی میں شریک ہوسکیں۔

صدقۂ فطر کی فضیلت

صدقۂ فطر ہر صاحب استطاعت، آزاد اور چھوٹے بڑے مسلمان پر واجب ہے۔ صدقۂ فطر افراد پر واجب ہے اموال پر نہیں، جس طرح زکاۃ اموال کو پاک کرنے کے لیے فرض ہے، اسی طرح صدقۂ فطر روزے کے نقص کو دور کرنے کے لیے واجب کیا گیا ہے۔

حضرت وکیع بن جراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

زَكَاةُ الْفِطْرِ لِشَهْرِ رَمَضَانَ كَسَجْدَتِي السَّهْوِ لِلصَّلَاةِ، تَجْبُرُ نُقْصَانَ الصَّوْمِ كَمَا يَجْبُرُ السُّجُودُ نُقْصَانَ الصَّلَاةِ۔ (مجموع للنووی)

ترجمہ: رمضان میں صدقۂ فطر ایسے ہی ہے جیسے نماز میں سجدۂ سہو کہ صدقۂ فطر روزے کے نقص کو دور کردیتا ہے جیسے سجدۂ سہو نماز کے نقص کو دور کردیتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

أَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيهِ اللهُ وَأَمَّا فَقِيرُكُمْ فَيُرَدُّ عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِمَّا يُعْطِي. (مسند احمد)

ترجمہ: تم میں جو مال دار ہے اللہ تعالیٰ اس کو پاک کردیتا ہے اور تم میں جو محتاج ہے تو جتنا وہ صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اس سے زیادہ عطا فرماتا ہے۔

شیخ علی متقی ہندی حنفی (م: ۹۷۴ہجری) ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ: مومن بندے کا روزہ اس وقت تک آسمان و زمین کے درمیان معلق (لٹکا) رہتا ہے جب تک کہ وہ صدقۂ فطر ادا نہ کردے۔ (کنز العمال، کتاب الصوم)

صدقۂ فطر کا فائدہ

رمضان کے مہینے میں عام طور پر روزہ دار کچھ بیہودہ چیزوں میں پڑ جاتا ہے جس سے کمال روزہ کو نقصان پہنچتا ہے، جیسے: بیہودہ کلام، جھوٹ، چغلی، غیبت اور غیر محرم کا دیکھنا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے صدقۂ فطر کو واجب کیا تاکہ روزہ میں جو نقص ہو وہ صدقۂ فطر کے ذریعے دور ہوجائے اور کامل روزے کا اجر ملے، نیز یہ کہ قیامت میں بھی روزہ دار کو پوری پوری خوشی میسر آئے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ

طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ۔ (سنن ابوداود، زکاۃ الفطر)

ترجمہ: بیہودہ اور فحش کلام سے طہارت اور مسکین کی غذا کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو متعین کیا، جس نے نماز عید سے پہلے صدقہ ادا کیا تو یہ صدقۂ فطر ہے اور جس نے نماز عید کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔

امام نووی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

صدقۂ فطر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ عید کی خوشی تمام مسلمانوں میں عام ہو اور اس دن کوئی انسان کھانے پینے اور پہننے کا محتاج نہ رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

أَغْنُوهُمْ عَنِ الْمَسْأَلَةِ فِي هٰذَا الْيَوْمِ۔ (دار قطنی، زکاۃ الفطر)

یعنی محتاجوں کو عید کے دن مانگنے سے بے نیاز کردو۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ۔

(سنن ابن ماجہ، زکاۃ الفطر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر متعین کیا ہے تاکہ وہ روزہ دار کے لیے بیہودہ اور لغو باتوں سے پاکی کا ذریعہ ہو اور مساکین کے لیے غذا۔

بلکہ صدقۂ فطر عید سے چند روز پہلے نکال کر غربا و مساکین کو دے دینا چاہیے تاکہ وہ بھی اپنی عید کی تیاری کرسکیں اور عید کے دن سوال کرنے سے بے نیاز ہو جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَغْنُوهُمْ عَنْ طَوَافِ هٰذَا الْيَوْمِ۔ (بیہقی، وقت زکاۃ الفطر)

یعنی عید کے دن محتاجوں کو چکر لگانے سے بے نیاز کردو۔

اس سے معلوم ہوا کہ صدقۂ فطر واجب ہونے کا اصل مقصد ہے غربا و مساکین کو عید کی خوشیوں میں شریک کرنا اور انھیں احساس کمتری کا شکار نہ ہونے دینا، اس لیے جب ہم صدقۂ فطر ادا کریں تو ہمارے ذہن میں یہ خیال بھی نہ آنے پائے کہ ہم غربا و مساکین پر احسان کر رہے ہیں، بلکہ یہ تصور مضبوط رہے کہ ہم صرف اور صرف اللہ و رسول کے احکام پر عمل کر رہے ہیں۔

صدقۂ فطر کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے اللہ کی رضا حاصل کی جائے، یا اس کی نعمت کا شکر ادا کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مسلم بندوں کو نوازا ہے، اسی لیے ہر چھوٹے بڑے، روزہ دار غیر روزہ دار پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

صدقۂ فطر کی نوعیت

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نُخْرِجُ إِذَا كَانَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ، حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ، صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ۔ (بخاری، صدقۃ الفطر)

ترجمہ: ہم لوگ صدقۂ فطر میں ہر چھوٹے بڑے اور آزاد وغلام کی جانب سے ایک صاع غذا، یا ایک صاع پنیر، یا ایک صاع جو، یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع منقیٰ ادا کرتے تھے۔

بعض روایتوں میں کشمش اور چھوہارے کا بھی ذکر ہے۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وقت

صدقۂ فطر ماہ رمضان کے اخیر دن سورج ڈوبنے تک نکالنا بہتر ہے لیکن سنت یہ ہے کہ عید کے دن نماز سے پہلے نکالا جائے اور عید سے ایک دن پہلے یا دو روز پہلے بھی نکالنا درست ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اسی پر رہا ہے، جیسے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس وغیرہما عید سے ایک دن پہلے یا دو روز پہلے صدقۂ فطر نکالا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں صدقۂ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، ہر غلام، آزاد مسلمان مرد و خاتون اور ہر چھوٹے بڑے پر فرض کیا ہے اور نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ غربا و مساکین کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے دیکھا جائے تو عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا عمل قابل تقلید ہے، کیونکہ اگر صدقۂ فطر نکال کر غربا و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے تو اس سے انھیں یہ فائدہ ہوگا کہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں گے اور اس طرح صدقۂ فطر کا جو مقصد ہے کہ محتاجوں کو عید کے روز بے نیاز کر دیا جائے وہ مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔

افضل صدقۂ فطر

صدقۂ فطر کی مقدار جو، منقیٰ، پنیر، کھجور، کشمش، چھوہارا وغیرہ میں ایک صاع ہے، جب کہ گیہوں میں ایک صاع بھی ہے اور نصف صاع بھی۔ لیکن صدقۂ فطر میں اصل اشیا کی جگہ قیمت ادا کرنا افضل ہے۔

موجودہ عہد میں نصف صاع کا وزن دو کلو پینتالیس گرام ہے، جب کہ بعض کے نزدیک پونے دو کلو ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ دو کیلو پینتالیس گرام کا اعتبار کیا جائے، کیونکہ اس میں پونے دو کیلو والے قول پر بھی عمل ہو جاتا ہے۔

صدقۂ فطر ادا کرنے والے کو تین درجوں میں بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے، مثلا:

۱۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ سب سے کم قیمت والی چیز ادا کی جائے، جیسے ہندوستان میں کھجور، پنیر، منقیٰ اور کشمش کے مقابلے گیہوں یا جو کی قیمت بہت ہی کم ہے، اس لیے گیہوں، جو، یا اس کی قیمت بطور صدقۂ فطر ادا کرنے والوں کو ادنیٰ درجہ میں شامل کیا جائے گا۔

۲۔ اوسط درجہ یہ ہے کہ وہ چیز ادا کی جائے جس کی قیمت متوسط ہو، جیسے کھجور، چھوہارا، یا اس کی قیمت، ایسے اشخاص کو متوسط درجے میں رکھا جائے گا۔ کھجور کی بھی مختلف کوالٹی ہوتی ہے، اس لحاظ سے اعلیٰ قسم کے کھجور کو صدقۂ فطر میں دی جانے والی عمدہ قسم کی اشیا کے ذیل میں رکھا جا سکتا ہے۔

۳۔ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ سب سے اعلیٰ اور قیمتی چیز صدقۂ فطر میں ادا کی جائے، جیسے کشمش، منقیٰ وغیرہ، یا اس کی قیمت۔

ان تفصیلات سے یہ معلوم ہوا کہ وسعت والے اپنی وسعت کے مطابق صدقۂ فطر ادا کریں، وہ جس طرح کھانے پینے میں اچھی چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں، اسی طرح صدقۂ فطر میں اچھی اور قیمتی چیزوں کا اہتمام کریں۔ جیسا کہ قربانی میں وہ اپنی حیثیت کے مطابق گائے، بیل، بھینس، بکرا، بکری، اونٹ اور دنبے کی قربانی کرتے ہیں تو صدقۂ فطر میں بھی انھیں چاہیے کہ اپنی حیثیت کے مطابق منقیٰ، کشمش، چھوہارا، کھجور وغیرہ نکالیں؟ اور جس اختیار کا استعمال ہم قربانی میں کرتے ہیں، اسی اختیار کا استعمال صدقۂ فطر میں بھی کریں اور عمدہ سے عمدہ چیز صدقۂ فطر کے طور پر ادا کریں، کیونکہ اس سے جہاں واجب عمل کی ادائیگی ہوگی وہیں اللہ کا قرب بھی حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴿٩٢﴾ (آل عمران)

ترجمہ: تم ہرگز خیر کو نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی محبوب چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔

اس دنیا میں کچھ ایسے نفوس قدسیہ بھی ہیں جن کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے، وہ بطور صدقۂ فطر ایسی چیزیں دینا پسند کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا مزید قرب

حاصل ہوجائے، خواہ وہ چیزیں کتنی ہی مہنگی کیوں نہ ہوں، یہ وہ مقربین ہیں جن کا شمار اخص الخواص میں ہوتا ہے۔

نصف صاع گیہوں افضل یا ایک صاع

احادیث کریمہ میں ایک صاع گیہوں اور نصف صاع گیہوں دونوں کا ذکر ہے، چنانچہ ائمہ ثلاثہ یعنی امام شافعی، امام مالک اور امام حنبل کے نزدیک ایک صاع پر عمل ہے جب کہ احناف کا عمل نصف صاع پر ہے، اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ عرب میں پہلے گیہوں بالکل ہی نہیں پایا جاتا تھا اور اس وقت گیہوں کی قیمت دوسری چیزوں کے مقابلے میں زیادہ تھی اور دو کیلو گیہوں کی قیمت چار کلو پنیر، کشمش وغیرہ کی قیمت کے برابر یا اس سے بھی زیادہ تھی۔

عرب کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی قدیم زمانے میں گیہوں کم ہوتا تھا، جس کے سبب اس کی قیمت زیادہ تھی، جیسے اس وقت ہندوستان میں پیٹرول کی قیمت عرب کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہے۔ چنانچہ جو لوگ گیہوں یا اس کی قیمت صدقۂ فطر میں نکالتے ہیں وہ کم از کم ایک صاع تو گیہوں ضرور نکالیں، تاکہ محتاجوں کی مدد کے ساتھ حدیث پر بھی کامل طور سے عمل ہوجائے، اگرچہ نصف صاع نکالنے میں بھی صدقۂ فطر ادا ہوجائے گا لیکن عزیمت ایک صاع ہی ہے۔

ایک صاع (چار کیلو) گیہوں نکالنے کے فائدے

۱۔ ایک صاع اور نصف صاع دونوں حدیثوں پر عمل ہوگا۔

۲۔ تمام فقہا کے مذاہب پر عمل ہوگا۔

۳۔ فقرا و مساکین کی زیادہ سے زیادہ مدد ہوگی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا قرب خاص حاصل ہوگا۔

۵۔ بخل کی خباثت سے نجات حاصل ہوگی۔

صدقۂ فطر اور ہمارا عمل

آج صدقۂ فطر ادا کرنے میں ہمارا عمل عام طور پر جمود کا شکار ہو چکا ہے جس کی وجہ سے ہم صدقۂ فطر ادا کرنے میں مکمل طور سے حدیث نبوی پر عمل نہیں کر پاتے ہیں، جیسے حدیث پاک میں گیہوں، جو، آٹا کے علاوہ جن چیزوں کا ذکر آیا ہے انھیں ہم صدقۂ فطر میں نہ نکالتے ہیں اور نہ انھیں نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، مثلاً: چھوہارا، کشمش، کھجور، منقی وغیرہ، حالانکہ ایسا نہیں ہے کہ ان چیزوں کا ملنا مشکل ہے یا انھیں ہم استعمال نہیں کرتے، بلکہ بڑی آسانی سے یہ تمام چیزیں دستیاب ہیں اور ہم جب چاہتے ہیں ان چیزوں کا استعمال بھی کرتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ ان چیزوں کو صدقۂ فطر کے طور پر ادا نہیں کرتے؟ جب کہ صدقۂ فطر کے طور پر ان چیزوں کو ادا کرنے سے دو فائدے ہیں:

۱۔ غربا و مساکین جنھیں یہ چیزیں میسر نہیں آتیں انھیں کم از کم سال میں ایک مرتبہ ضرور یہ چیزیں میسر آجائیں گی، یا اگر ان کی قیمت ادا کریں تو مستحقین کی ضروریات ایک ہی گھر سے پوری ہوجائیں گی۔

۲۔ صدقۂ فطر میں جن چیزوں کی ادائیگی کا حکم آیا ہے ان تمام چیزوں پر لفظاً، معناً اور حکماً عمل بھی ہوجائے گا جو تقویٰ سے قریب ہونے کے ساتھ اللہ کی رضا کے حصول کا اہم ذریعہ بھی جائے گا۔

اس لیے اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی حیثیت کا جائزہ لیں اور صدقۂ فطر کے مختلف پیمانوں کا لحاظ کرکے جو ہماری مالی حیثیت ہے اور آخرت کی سعادت سے جو زیادہ قریب ہے، اُسے اختیار کریں۔ جو لوگ صدقۂ فطر گیہوں اور جَو سے نکال سکتے ہوں وہ گیہوں اور جَو سے نکالیں۔ جو کھجور اور چھوہارا سے نکال سکتے ہیں وہ کھجور اور چھوہارا کے حساب سے نکالیں اور جو منقیٰ اور کشمش کے حساب سے نکال سکتے ہیں وہ منقیٰ اور کشمش سے نکالیں، اس سے فقرا و مساکین کی زیادہ مدد ہوگی اور صدقۂ فطر ادا کرنے والوں کو زیادہ اجر و ثواب حاصل ہوگا۔

٭٭٭

آپ کے sms

● مدیر ماہنامہ خضر راہ سلام مسنون

''خضر راہ'' ماہ جون ۲۰۱۳ کا شمارہ دستیاب ہوا۔ مضامین بہت پسند آئے لیکن مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ رسالے کی زبان دھیرے دھیرے سخت ہوتی جا رہی ہے۔ اس طرف توجہ فرمائیں، کیونکہ آسان زبان'' خضر راہ'' کی امتیازی شان ہے۔ ساجد سعیدی، کوشامبی، الہ آباد

● ماہنامہ ''خضر راہ'' عام فہم الفاظ میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہا ہے۔ سبھی مضمون خوب ہیں اور نئے انداز میں ہیں۔

یوں تو سارے مضمون اچھے ہیں، خاص کر ذیشان احمد مصباحی کا نئے انداز کا دعوت قرآن بہت پسند آیا۔ شاید قرآن کا نئے انداز میں ترجمہ و تفسیر لکھی جا رہی ہے۔

مظفر اقبال، دار العلوم قادریہ رضویہ، گوپال گنج، بہار

● ماہنامہ'' خضر راہ'' جون ۲۰۱۳ پہلی بار ہاتھ لگا۔ اس کے اکثر مضامین بے حد پسند آئے۔ اللہ اسے مزید عروج بخشے۔

جلال الدین احمد مصباحی، پرنسپل جامعہ امجدیہ، بھیونڈی

● ''خضر راہ'' کو اگر آئینہ زندگی بنا لے تو آدمی ولی بن جائے۔ واقعی رسالہ روحانی تسکین کا سامان اور انمول خزانہ ہے۔ اللہ ''خضر راہ'' کو مسلمانوں کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) نثار دینا جپوری، صدر انجمن فروغ علم و ادب، بنگال

● جون ۲۰۱۳ کا ماہنامہ پڑھا، تصوف کے بہت سارے نکات اخذ کیے۔ میں انتظار کر رہا ہوں کہ دل کے اسرار و رموز پر کوئی مضمون آئے۔ دانش عطاری، گملا

● محترم مدیر صاحب!

''خضر راہ'' جون ۲۰۱۳ کا موصول ہوا شکریہ، لیکن مئی کا رسالہ نہیں ملا ہے۔ الحمد للہ! رسالہ کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ محمد تحسین رضا قادری، کنال روڈ، کانپور

● السلام علیکم!

جون ۲۰۱۳ کا ''خضر راہ'' نظر نواز ہوا، بہت ہی معنی خیز ٹائٹل ہے۔ ''خضر راہ'' روز بروز خوب سے خوب تر ہوتا جا رہا ہے۔ آسان اردو میں اتنا علمی رسالہ دیکھنے کو نہیں ملا۔

اللہ ہمیں اسے دوسرے مسلمان بھائیوں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ فیضان عزیزی، مراد آباد

● السلام علیکم! ماہنامہ'' خضر راہ'' سے ہماری بہترین اصلاح ہوتی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس سے ہمیشہ میری اصلاح ہوتی رہے۔ اکبر، کانپور، یوپی

● ماہنامہ'' خضر راہ'' ایک ایسا رسالہ ہے، جس سے سالک کا سلوک طے ہوتا ہے۔ ایسے کامیاب رسالے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد قبول کریں۔

امان اللہ محمدی، مرواں، مظفر پور، بہار

آپ اپنے تاثرات ای میل یا سیل فون کے ذریعے بھیج سکتے ہیں:
E-mail: khizrerah@gmail.com
Mobile: 9312922953

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
جمود	ٹھہراؤ، حرکت نہ ہونا	مضائقہ	حرج، نقصان
حجت قاطعہ	قطعی اور یقینی دلیل	طویل الاثر	دیر تک اثر رکھنے والا
عدم توازن	نابرابری	رزق موعود	وہ رزق جس کا وعدہ ہے
متوازن	برابر، ہم پلہ، وزن دار	محصلین	وصولی کرنے والے
خط افلاس	غریبی ریکھا	نفاق	دورخاپن، منافقت
ویکیپیڈیا	آن لائن فری انسائیکلوپیڈیا	تذبذب	پش وپیش، کشمکش
مفلوک الحالی	غربت، بدحالی	متشکک	شک کرنے والا
مصارف	خرچ کرنے کی جگہ، حقدار لوگ	سود وزیاں	نفع ونقصان
مجہول	نامعلوم	قرض حسن	واپس نہ لینے کی نیت سے قرض دینا
اقتصادی مساوات	دولت کی برابری	نفاق اعتقادی	عقیدے میں دورخاپن، عقیدے میں کمزوری
حریت آدمیت	انسانیت کی آزادی	نفاق عملی	عمل میں نفاق، عملی کوتاہی
مستحقین	مستحق کی جمع، حقدار	تمثیلات	مثالیں، کہاوتیں
امراض وآلام	بیماریاں اور تکلیفیں	سابقہ	پہلے کا، گزرا ہوا
حفظ ماتقدم	پیشگی حفاظت	بے ثمر	بے پھل، بے نتیجہ
قوت مدافعت	دفاع کرنے کی قوت	عذر لنگ	بات بنانا، جھوٹا عذر
عزیمت	تقویٰ	شرک خفی	عقیدۂ توحید میں کمزوری، چھوٹا شرک
مؤلفۃ القلوب	وہ لوگ جن کی دلجوئی کی جائے	لائحہ عمل	فارمولہ، منصوبہ، پلان
مسافت	دوری	نفسانی خواہشات	غلط آرزوئیں، نفس کی خواہشات
طبی تحقیقات	میڈیکل ریسرچ	منحصر	جس پر کسی چیز کا دارومدار ہو

نوٹ: مذکورہ بالا الفاظ کے معانی ومفاہیم مشمولہ مضامین کے معانی ومفاہیم کے اعتبار سے دیے گئے ہیں۔

ماہنامہ خضر راہ حاصل کرنے کے پتے

الہ آباد واطراف

ابومیانزشاہی اسٹور، (نرالاسویٹ ہاؤس) نوراللہ روڈ، الہ آباد-9839457055

محمد قیس خان، ممتاز العلوم تمئی، کوشامبی۔9936890704

محمد زبیر عالم، گریاواں، منصورآباد، الہ آباد-9795252994

مکتبہ نور، نوراللہ روڈ، الہ آباد۔9415646355

محمدیہ بک ڈپو، اسٹیشن روڈ، کھاگا، فتحپور۔9936958324

محمد امتیاز، کنڈا، پرتاپ گڑھ، یوپی-8808646082

مولانا منور حسین، سمنان گارڈن، لکھنؤ-9889245245

فیاض الحسن بک سیلر، نئی سڑک، کانپور، 9936805213

عمران احمد، بابوپوروا، کانپور، 9839101833

منظورالحسن نیوز پیپر ایجنٹ، شاپ نمبر 6، پیپر مارکیٹ، کانپور۔8960539848

مدرسہ فیض العلوم صابریہ، گاندھی نگر، آگرہ-9286192523

حافظ محمد ظہیر، شکارپور روڈ، بلندشہر۔9058220141

ممبئی واطراف

حکیم سرفراز حسین، سنی جامع مسجد، چمڑا بازار، دھاراوی، ممبئی-9819291874

شیخ جاوید اقبال، شیلیس نگر، ممرا، مہاراشٹر-9322865066

محمد ابراہیم، شولاپور، مہاراشٹر-9421067863

ابراہیم، منگل گیری، شولاپور-9421067863

عبدالوہاب، ہاؤسنگ بورڈ، مڈگاؤں، گوا-9763900918

عادل نورانی، الامین مسجد، سلطانیہ جمخانہ، سورت-9879657766

گلشن میڈیکیئر، سکندرآباد، حیدرآباد-27716760

محمد عارف دانش رضوی، زیتون پورہ، بھیونڈی.9823683348

خادم بکڈپو، پراسیا، چندواڑہ، ایم پی-9039090386

جنوبی ہند واطراف

محمد سلمان، سلاگٹہ، چکبالم پور، کرناٹک-9880095263

مولانا مشتاق، بیلگام، کرناٹک-8147449067

عزیز صدیق احمد، H.K.P. روڈ، بنگلور-9343324034

غلام ذوالنورین، حسینی مسجد، بیکانیر-9460172623

قریشی نیوز ایجنسی، رجک سنیما روڈ، راورکیلا، اڑیسہ 9439499458

حافظ شبیر شاداب، دُرگ، چھتیس گڑھ-7869230382

روشن درسی کتب خانہ، موتی نالہ، جبل پور-9752705786

دہلی واطراف

خواجہ بک ڈپو، ٹمیامحل، جامع مسجد، دہلی۔9910865854

راجا اسٹیشنری، شاہین باغ، Ext روڈ، نئی دہلی-9891590739

مولانا شفیق، مسجد عمر فاروق، شاہین باغ، دہلی-9716559786

الجامعۃ الاسلامیہ، جیت پور II، دہلی-9650934740

شاہ صفی اکیڈمی، بٹلہ ہاؤس، دہلی-9910865854

گلاٹی نیوز ایجنسی، بس اسٹینڈ، مہرولی، دہلی۔9250225954

حاجی حبیب اللہ، نیوسیلم پوری، نئی دہلی۔9818225177

جہانگیر محسن بک ڈپو، جامع مسجد روڈ، آگرہ۔7500127143

حافظ ہارون، قلعہ والی مسجد، اٹاوہ، 7417842567

کولکاتا واطراف

نیوز پیپر ایجنٹ، رابندراسارانی، کولکاتا-9748210140

بک اسٹال، نیئر مسلم انسٹی ٹیوٹ، کولکاتا، 16۔9330643486

خانقاہ نعمتی، مٹیابرج، کولکاتا-09831746380

مدرسہ سلیمیہ، فیض الاسلام، کمرہٹی، کولکاتا-9748421851

نسیم بک ڈپو، کولوٹولہ، کولکاتا-9339422992

رضا بک سینٹر، روشن گلدار لین، ٹکیہ پارہ، ہاوڑہ-9330462827

نوری بک ڈپو، پاچھورسیا، گنجریا بازار، اتر دیناجپور۔09734035478

انجمن وابستگان سلاسل تصوف، گنجریا، اسلام پور۔08972468561

بہار واطراف

نوری بک سیلر، پورب چوک، بائسی، پورنیہ۔08986235393

امدادیہ بک ڈپو، جامع مسجد روڈ، ہزاری باغ-9835523993

دلکش بک ڈپو، رام گڑھ، جھارکھنڈ-9798306353

اقبال بک ڈپو، مدرسہ مارکیٹ، اورنگ آباد، 9122471549

مراد علی، بارون بازار، اورنگ آباد، بہار-9507840625

انصار بک ڈپو، بارہ پتھر، ڈہری اون سون-8603741579

مدرسہ عارفیہ سعید العلوم، نہوٹا شیر گھاٹی، گیا-9939479919

رضا بک سیلر، کمپنی باغ، مظفرپور، بہار-9431475679

دارالعلوم تاج الشریعہ، مصری گنج، مدھوبنی-9931431786

مکتبہ واجدیہ، قلعہ گھاٹ چوک، دربھنگہ، بہار۔9304514097

عامر نانگبوری، ہاویل روڈ، لابان، شیلانگ، میگھالیہ-8794042067

نوٹ: ایجنسی حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات رابطہ کریں:9312922953